ہر عضو کی برائی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَى مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْإِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوَىٰ وَيَتَمَنَّىٰ، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ 》 [مسلم، رقم: ٢٦٥٧]

”ابن آدم (انسان) کے لیے اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے وہ یقیناً اسے پانے والا ہے۔ آنکھوں کا زنا (غیر محرم عورت کی طرف) دیکھنا ہے۔ کانوں کا زنا (حرام آواز کا) سننا ہے۔ زبان کا زنا (ناجائز) کلام کرنا ہے۔ ہاتھ کا زنا (ناجائز) پکڑنا اور پاؤں کا زنا (ناجائز کام کی طرف) چل کر جانا ہے۔ اور دل خواہش کرتا ہے اور آرزو کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔“

نفع مند تجارت ❶

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات پر افضل بنا دیا ہے اور انسان کو بات کرنے کے سلیقے سے بھی نوازا ہے۔ وہ آلہ زبان ہے، یہ ایسی نعمت ہے کہ اس کو بھلائی اور برائی دونوں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جو انسان اس کو نیک کام میں استعمال کرے تو وہ انسان دنیا کی سعادت والی زندگی کو پالے گا اور جنت میں اعلیٰ مقام بھی مل جائے گا۔ اگر انسان اس کے علاوہ اس کو استعمال کرے گا تو وہ اس کو خطرناک ہلاکت والی جگہوں میں اتار دے گی۔ قرآنِ مجید کے بعد سب سے افضل عمل اللہ ربّ العزت کا ذکر کرنا ہے۔

ذکر الٰہی کی فضیلت قرآن کی روشنی میں: یوں تو قرآن مجید میں بہت زیادہ فضائل والی آیات موجود ہیں۔ لیکن اختصار کے ساتھ چند ایک یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حقیقی مومن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ ﴾ [آلِ عمران: ۱۹۱]

''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنے کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں۔''

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الاحزاب: ۳۵]

''اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور بہت زیادہ یاد کرنے والی عورتیں (ان سب کے لیے) اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔''

اللہ کو یاد کرنا ہر انسان کو ضروری ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ [الاحزاب: ٤١]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو۔''

فوائد: یہاں اللہ تعالیٰ نے امر کا لفظ استعمال کیا ہے بعض اوقات امر کا لفظ وجوب کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہاں امر وجوب ہے اس لیے کہ انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے لیے کوئی تعداد مقرر نہیں باقی احکام شرعیہ کے لیے وقت اسباب اور تعداد موجود ہو تو یہ کام لاگو ہو سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ذکر الٰہی کے لیے کوئی تعداد مقرر نہیں کی بلکہ جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرتے رہنے چاہیے۔ کیوں کہ اگر انسان اللہ کو یاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس انسان کو یاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ [البقرة: ۱۵۲]

''پس تم مجھ کو یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔''

[عبدالرحیم بلتستانی]

فہرست

سچی توبہ کرنے کے فوائد

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ [التحریم:٨]

''اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے خالص سچی توبہ کرو قریب ہے تمہارا رب تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ایمان داروں کو، جو ان کے ساتھ ہیں، رسوا نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا یہ دعائیں کرتے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

توبہ نہ کرنے والے کا دل مکمل سیاہ ہو جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ ﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾)) [ترمذی: ٣٣٣٤]

''یقیناً جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان پڑ جاتا ہے اگر وہ توبہ و استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر مزید گناہ کرنے لگ جائے تو زنگ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زنگ اس کے دل پر غالب آ جاتا ہے۔ پس یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا ہے: ہرگز نہیں! بلکہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کے دل زنگ آلود ہیں۔''

توبہ و استغفار پر جامع دعا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) [بخاری، رقم: ٦٣٩٨۔ مسلم، رقم: ٢٧١٩]

''اے اللہ! معاف فرما میرے اگلے پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر سب گناہوں کو اور جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

سازش

اداریہ ═══ حافظ احمد شاکر

گزشتہ جمعۃ المبارک مؤرخہ ۱۹ جمادی الثانی بمطابق ۱۲ جون ۲۰۰۹ء لاہور کی ایک قدیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ کے مہتمم، مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم کے بیٹے اور علماء اکیڈیمی (اوقاف) کے سابق ڈائریکٹر ڈاکٹر سرفراز نعیمی جامعہ نعیمیہ میں ہونے والے ایک خودکش دھماکے میں جاں بحق ہو گئے۔

انا لله و انا اليه راجعون ......

ہم اس المناک اور دردناک حادثے کی بھرپوری مذمت کرتے ہیں اس لیے کہ اس المناک حادثے اور اس فعل شنیع کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ نیز ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کے منصوبہ سازوں اور مجرموں کو سرعام عبرت ناک سزا دی جائے۔

....

۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو لاہور مینار پاکستان کے پہلو میں قلعہ کچھمن سنگھ چوک کے ایک جلسۂ عام میں مذہبی دہشت گردی کی پہلی واردات ہوئی تھی۔ جس میں جید علمائے حدیث کی ایک کھیپ جاں بحق ہوگئی تھی جس کی تفتیش کئی سال ہچکولے کھاتے کھاتے بالآخر دم توڑ گئی اس کے نہ مجرم مل سکے اور نہ ہی سازش بے نقاب ہوسکی۔ لیکن جماعت اہل حدیث نے کسی مخالف مسلک سے مخاصمت نہیں بڑھائی۔ اس پہلی مذہبی دہشت گردی کا ''گربہ کشتن روز اوّل'' کی طرح اگر سراغ لگالیا جاتا تو شاید مذہبی دہشت گردی اس قدر روز افزوں نہ ہو پاتی۔ لیکن انسان اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو تقدیر کا نام دے کر خود بریٔ الذمہ ہونے کی ہمیشہ کوشش کرتا ہے۔ وگرنہ پنجاب کے باصلاحیت ادارے تو پاتال سے مجرم نکال لانے کی شہرت رکھتے ہیں۔

....

ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ طاغوت وطن عزیز ہی نہیں مسلم امہ میں ایک عرصہ سے باہمی مسلکی انارکی پھیلا کر مسلمانوں کے مختلف مکتبہ ہائے فکر میں تصادم کرا کے اپنا اسلحہ بیچنے کی خاطر مسلم نوجوانوں کا اپنوں کے ہاتھوں خون بہا کر اپنے دشمن......مسلمان......کو ختم کرکے ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا ہے۔ ایران عراق جنگ، کردوں کی حکومت ترکیہ سے آویزش، عراق کویت جنگ، لبنان میں شیعہ سنی محاذ آرائی کی ناکام کوشش، وطن عزیز میں وہابی شیعہ کے تصادم......حادثہ قلعہ کچھمن سنگھ......کی دسیسہ کاری، شیعہ سنی بھائی بھائی اور تیسری قوم......وہابی......کہاں سے آئی کے دل خراش نعروں کی ایجاد، پھر دو جہادی تنظیموں کو فقہی مسائل کی آڑ میں باہمی الجھانے اور ٹکرانے کی مذموم مساعی تاریخ کا حصہ تو بن چکی ہیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ہر مکتب فکر کے اصحابِ بصیرت ان فتنہ پردازیوں کو ناکام بناتے رہے۔ اور اب طالبان کو موضوع جدل بنا کر اتحاد امت میں دراڑ ڈالنے کی ابتداء کی جا رہی ہے۔

جامعہ نعیمیہ کے حادثے کے اگلے ہی دن نوشہرہ میں آرمی سپلائی کی مسجد میں ایک دھماکہ ہوا۔ جس کے بارے میں دوسرے ہی دن اخبار میں ایک چھوٹی سی خبر تھی کہ دھماکہ میں کام آنے والی گاڑی کے ٹائروں پر میڈ ان انڈیا لکھا ہوا تھا۔ ایسے ہی حکومتی پالیسی کے جھرنوں سے جھانکتی ہوئی ایسی

خبر بھی سامنے آئی کہ دہشت گردوں کا اسلحہ امریکی ہوتا ہے۔ان خبروں کی چوں کہ تردید نہیں آئی اس لیے سوالیہ نشان بن گیا کہ یہ اسلحہ ان دہشت گردوں کے پاس کیسے آیا؟ ایسی خبریں بھی اخبارات میں آتی ہی رہتی ہیں، جو اگر چہ چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں کہ مارے گئے دہشت گردوں میں اتنے لوگ ختنہ کے بغیر تھے۔ایسے ہی پکڑے جانے والوں کے بارے میں ان کے غیر مختون ہونے کی خبریں کبھی کبھار باہر آجاتی ہیں۔لیکن ہماری حکومت اور حکم ران ان صریح خبروں کی تائید،تصدیق اور تفصیل بتانے کی بجائے مبہم سی لن ترانیوں پر مشتمل بیانات اور ڈینگیں مارنے میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن دشمن کا صاف نام نہیں لیتے، وزارت داخلہ کے بزرجمہر رحمان ملک نے آج (۲۰۰۹-۶-۱۵) نام لیا تو افغانستان کا لیا تاکہ بغض وعناد بڑھے تو مسلمانوں ہی کا آپس میں بڑھے۔لیکن......حکم رانوں کی ...... برہمن سے محبت، آقائے ولی نعمت کی دل داری اور مغضوبین الی یوم القیامہ کی دل آزاری نہ ہو۔

حکومت اگر اپنی خارجہ پالیسی کو خالص اسلامی اور پاکستانی بناتے ہوئے پکڑے جانے والے غیر مسلموں کے ناموں، ان کے وطنوں اور ان کے سرپرستوں کا اعلان کردے تو ملک کا ہر فرد اس آپریشن میں حکومت کا یقیناً مؤید ہوگا۔ بھارت میں تو چوہے کو زکام لگ جائے یا بلی کو اسہال ہو جائیں تو فوراً پاکستان کا نام عالمی میڈیا پر آجاتا ہے لیکن ہمارے حکمران واضح ثبوت مل جانے پر بھی دہشت گردوں اور ان کے سرپرستوں کا نام لیتے نہ جانے کیوں شرما جاتے ہیں۔

اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ......عمران خاں، جماعت اسلامی......طالبان کی مسلسل حمائت اور فوجی اقدام کی مخالفت کر رہے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ معلوم کریں کہ طالبان اصلی کون ہیں اور نقلی......غیر مختون......کون؟ اور وہ حمایت یافتہ طالبان کو مجبور کریں اور ان پر دباؤ ڈالیں کہ وہ طالبان کا لبادہ اوڑھنے اور ان کو بدنام کرنے والوں کو اپنے سے الگ کرکے ان کے نام پتے جاری کردیں۔اسی طرح......دینی حلقوں میں سے ...... جو حضرات طالبان کی سرکوبی کے لیے سرگرم عمل اور حکومت کی غیر مشروط حمایت کر رہے ہیں انہیں بھی چاہیے کہ وہ اصل طالبان ...... جو شاید بہت کم ہوں ......' یعنی جن لوگوں نے اپنے مختصر ترین دورِ حکومت میں افغانستان میں امن وامان مثالی بنا دیا تھا کو جرائم پیشہ افراد کے ساتھ مت گھسیٹیں۔ بلکہ بحیثیت مسلمان طالبان کے دینی مقاصد کو نکتہ اتحاد قرار دے کر ایک اچھا ماحول بنا کر اس بحران کو دور کرنے کی مساعی حسنہ فرمائیں جن سے آج کل وطن عزیز دوچار ہے۔ مذکورہ بالا دونوں کام......حمائت ومخالفت......اگر حسن نیت سے کیے جائیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ یقیناً کمی کوتاہی کو دور فرما کر نتائج بہتر نکالے گا۔

....

ڈاکٹر سرفراز نعیمی اپنے والد گرامی کے بعد متعارف ہوئے تھے۔خصوصاً جب علماء اکیڈیمی کے ڈائریکٹر رہے ان دنوں ان کا حلقہ...... عقیدت تو پہلے ہی تھا......تعارف بہت بڑھا۔ہمیں ان کی جو چیز اچھی لگی وہ ان کا درویشانہ مزاج تھا،فکری وفقہی اختلاف رائے تو دنیا میں ہمیشہ رہا لیکن جوں جوں علم کم ہو رہا ہے اختلاف مخالفت بنتا جا رہا ہے۔ان کا مزاج چوں کہ مخالفت کا نہیں تھا اس لیے ہر فقہ ومسلک کے علماء، دانشور ان کے حلقہ احباب میں شامل تھے۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی کن طالبان کے؟ اور کیسے مخالف تھے؟ اس وضاحت کے لیے مؤقر روزنامہ نوائے وقت میں محترم متین صلاح الدین کا ایک طبع شدہ کالم الاعتصام کے صفحات میں الگ سے دیا جا رہا ہے جس سے ان کی رائے، فکر اور خواہش واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔

کالم نگار کے تمام خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

آہ! مولانا سرفراز نعیمی شہید:

دو، تین ہفتے پیشتر راقم حضرت مولانا سرفراز نعیمی شہید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ موجودہ ملکی حالات اور خاص کر دہشت گردی کے خلاف بے ننگ و نام صلیبی جنگ کے تناظر میں مولانا سے استفسار کیا کہ ''مولانا! یہ ہمارے ملک میں کیا ہو رہا ہے؟'' فرمانے لگے ''امریکا اور بھارت چاہتے ہیں کہ پاکستان کو توڑ دیا جائے اور ہمارا ایٹمی پروگرام تباہ کر دیا جائے اور کوئی مانے نہ مانے......لوگ ابھی نہیں مانیں گے......

میں نے عرض کیا کہ مولانا آپ کی دونوں باتیں مانتا ہوں کہ واقعی امریکا، بھارت، اسرائیل پاکستان کے حصے بخرے کرنے کے درپے ہیں اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ طالبان کا محض نام لے کر امریکا اور ''را'' کے ایجنٹ پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ لیکن کیا یہ سخت ظلم نہیں کہ ہم مجرموں کے تو اتحادی ہیں لیکن افغانستان کے (نام نہاد) مجاہدین (بے گناہ) فرشتہ سیرت مسلمانوں کو صرف اللہ، رسول ﷺ کا نام لیوا ہونے کی سزا دے رہے ہیں......؟ ہر لُچے، لفنگے، بدمعاش، تخریب کار ''را'' اور امریکا کے ایجنٹ داڑھی پوش ہندو یا سکھ کو بھی ہم طالبان کیوں کہہ رہے ہیں؟؟

مولانا شہید فرمانے لگے کہ یہی بات ہے......'' ہم افغانستان کے اصل طالبان کی بات نہیں کرتے......ہم ان کے خلاف ہیں جو دین کا نام لے کر ملک توڑنے کی سازش کر رہے ہیں اور جان بوجھ کر مزاروں اور مساجد کو نشانہ بنا رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ دیکھئے مولانا مسئلہ تو بنیادی طور پر یہی ہے کہ امریکا نے معصوم افغان مسلمانوں کے خلاف جنگ شروع کی اور غدار فوجی ڈکٹیٹر مشرف نے اس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور امریکا کے خلاف جہاد کرنے والوں کے خلاف لڑنا شروع کر دیا......اور اب امریکا یہاں شورش بپا کر کے ہمارے ملک میں فوجی مداخلت کا جواز پیدا کرنا چاہتا ہے......کچھ اور گفتگو ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ مولانا اگر آپ ان سب معاملات پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور ہمارا ان باتوں پر اتفاق ہے تو فرمائیے کہ اس صورت حال کا حل کیا ہے؟

مولانا شہید نے اس امر پر اتفاق فرمایا کہ ایسی کوشش کی جائے کہ ایک بنیادی نکتے پر علمائے کرام اور محبِّ وطن حلقوں کو اکٹھا کر لیا جائے......اور وہ یہ کہ باقی سب کچھ بھول کر ملک بچانے کے لیے امریکا کی غلامی سے نجات حاصل کی جائے......امریکا کی پالیسی سے جان چھڑائی جائے......ارباب اختیار کو مجبور کیا جائے کہ ۹/۱۱ کے بعد کے مشرف کے فیصلے کو واپس لے کر، پاکستان افغان سرحد سیل کر لے، یہ واضح کر کے کہ افغان طالبان سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں، شرپسندوں کو کچل دیا جائے......پھر میں نے مولانا شہید کی خدمت میں عرض کیا کہ ''حضور دراصل آج آپ کی خدمت میں حاضری دینے کا مقصد یہی تھا......مولانا آپ نے سنا ہوگا کہ علماء کی کسی کانفرنس کے انعقاد کے حوالے سے گفتگو فرماتے ہوئے جناب قاضی حسین احمد نے اس امر کا خوش کن عندیہ دیا ہے کہ ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' میں امریکا کا ساتھ دینے کے خلاف علمائے کرام سے فتویٰ حاصل کیا جائے......'' چوں کہ اس معاملے پر میری چند اور علمائے کرام اور بزرگانِ ملت سے بات ہو چکی تھی ......لہٰذا فیصلہ ہوا کہ ان تمام بزرگانِ ملت کا ایک وفد جلد از جلد جناب قاضی صاحب اور جناب منور حسن سے ملاقات کر کے ایک لائحہ عمل طے کر لے......جناب مولانا سرفراز نعیمی شہید کی رضامندی حاصل کر کے میں نے دیوبندی مسلک کے مولانا کے ایک قریبی دوست اور اپنے مہربان بزرگ کی مولانا شہید سے اس وقت موبائل فون پر بات کروائی کیوں کہ دیگر حضرات کے ساتھ ساتھ میرے ان بزرگ محترم کا خیال تھا کہ شاید مولانا شہید مسلکی اختلاف کی وجہ سے اس معاملے میں ساتھ دینے سے اجتناب برتیں۔

رضائے مولیٰ، از ہمہ اُولیٰ جناب قاضی صاحب اور جناب منور حسن کی لاہور سے باہر مصروفیات کی وجہ سے ملاقات نہ ہو پائی۔ معاملہ لٹک گیا اور پھر ۱۲ جون کی دوپہر کی ایک ظالم گھڑی یہ اندوہناک خبر ملی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سلامتی کے دشمنوں نے حضرت مولانا سرفراز نعیمی کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جامعہ نعیمیہ پر حملہ وطن عزیز کی سرحدوں کے اندر سے نہیں، باہر سے ہوا ہے۔ دشمن مسلکی اختلافات کو دشمنی میں تبدیل کر کے، ایک نہ بجھنے والی آگ بھڑکا کر، ہمارے گھر کو خاکستر کرنا چاہتا ہے۔

مولانا شہید کے چاہنے والے اور عقیدت مند انجانے میں دشمن کی گھناؤنی سازش کا آلہ کار بننے سے خود کو بچا کر ان کا مشن پورا کریں۔

[بہ شکریہ، روزنامہ نوائے وقت، ۱۳ جون ۲۰۰۹ء]

افادات امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

''نماز میں خشوع'' ایک اہم فریضہ

اردو تعبیر: عمر فاروق السعیدی (مدرس جامعہ مراۃ القرآن والحدیث، منڈی وار برٹن)

نماز میں خشوع واجب ہے!

رب ذوالجلال کا فرمان مقدس ہے:

﴿ وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾ [البقرة ٢: ٤٥]

''صبر اور نماز سے استقامت حاصل کرو، اور بلاشبہ یہ بہت بھاری ہے مگر خاشعین کے لیے۔''

اس آیت کریمہ میں ضمناً غیر خاشع لوگوں کی (یعنی جو خشوع نہیں کرتے) مذمت ہے۔ جیسے کہ آیت تحویل قبلہ میں ہے:

﴿ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ﴾ [البقرة ٢: ١٤٣]

''بلاشبہ...... اس نئے قبلہ کی پیروی...... لوگوں کے لیے بھاری ہے، مگر وہ جن کو اللہ نے ہدایت دے دی ہے۔''

سورہ الشوریٰ میں ہے:

﴿ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ﴾ [الشوریٰ: ١٣]

''مشرکین کے لیے وہ باتیں جن کی آپ دعوت دیتے ہیں بہت بھاری ہو رہی ہیں۔''

ان آیات کا سیاق اُن لوگوں کی نشان دہی کر رہا ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے محبوب اعمال بھاری ہیں۔ اور یہ چیز دین کے اندر مذموم ہی مذموم ہے۔ اور یہ مذمت اور ناراضی واجب امور کے ترک یا حرام کے ارتکاب کی وجہ ہی سے ہے۔

جب خشوع نہ کرنے والے مذموم ہیں تو اس کا لازمی مفہوم و معنی یہ ہے کہ خشوع کرنا واجب ہے۔

اور یہ آیہ کریمہ

﴿ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾ [البقرة ٢: ٤٥]

''اور یہ نماز بہت بھاری ہے مگر خاشعین کے لیے۔''

میں مذکور خشوع لازمی طور پر نماز کے اندر کے خشوع کو متضمن ہے۔ اگر یہ نماز سے باہر کا خشوع مراد ہو تو آیت کریمہ کا معنی و مفہوم ہی غلط ہو جائے۔ تب اس کا مفہوم یہ ہو جائے گا کہ...... جو لوگ نماز سے علاوہ خارج میں خاشع ہوتے ہیں ان کے لیے نماز بھاری نہیں ہوتی...... اور جو اس کے اندر خاشع ہوں ان کے لیے بھاری ہوتی ہے...... اور یہ معنی و مفہوم آیت کریمہ کے مدلول کے سراسر خلاف اور منافی ہے۔

الغرض نماز میں خشوع واجب ہے۔ اور اس کے وجوب کے دلائل میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

[المؤمنون ٢٣: ١۔ ١١]

''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں، جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں، جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے۔ یقیناً

یہ ملامتیوں سے نہیں ہیں۔ اس کے سوا جو اور ڈھونڈیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرنے والے ہیں۔ یہی وارث ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں یہ خبر دی ہے کہ یہ لوگ ہی جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔ اس فرمان کا تقاضا ہے کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ اس کے وارث نہ ہوں گے۔ ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ عادات وخصائل واجب ہیں۔ اگر یہ مستحب محض ہوتے تو جنت الفردوس کی وراثت ان کے بغیر بھی حاصل ہوسکتی تھی۔ حالاں کہ جنت کا حصول واجبات کی ادائیگی ہی سے ممکن ہے، نہ کہ مستحبات سے۔ اسی لیے یہاں ان ہی امور کا ذکر کیا گیا ہے جو واجب ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ ''نماز میں خشوع بھی واجب ہے۔''

خشوع سکینت اور تواضع کی سب ہی کیفیات کو متضمن ہے۔ اس معنی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی آتی ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنی نماز کے دوران اپنی ڈاڑھی سے مشغول تھا، تو فرمایا:

لو خشع قلب هذا لخشعت جوارحه ۔

''اگر اس کا دل خاشع ہوتا تو اس کے اعضاء بھی خاشع یعنی پرسکون ہوتے۔''

قرآن وحدیث میں ''خشوع'' کا اطلاق:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ﴾ [حم السجدة ٤١ : ٣٩]

''اللہ کی نشانیوں میں سے (یہ بھی) ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے۔ پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تر وتازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے۔''

اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ زمین اپنے ''خشوع'' (یعنی دبے ہوئے ہونے) کے بعد لہلہانے لگتی اور ابھرنے لگتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ''خشوع'' میں سکون اور جھکاؤ ہوتا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رکوع میں کہا کرتے تھے:

اللھم لك ركعت، وبك آمنت، ولك اسلمت، خشع لك سمعي وبصري ومخي وعظمي وعصبي ۔'' [صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین]

''اے اللہ! میں نے تیرے لیے اپنی کمر جھکالی، میں تجھ پر ایمان لایا، تیرا مطیع فرمان ہوا، میرے کان، میری آنکھیں، میرا دماغ اور میرے اعصاب اور پٹھے سب تیرے لیے جھک گئے۔''

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالت رکوع میں اپنے آپ کو ''خاشع ہونا'' عرض کیا ہے۔ کیوں کہ رکوع کرنے والا پرسکون اور متواضع ہوتا ہے۔

سورہ المومنون کی آیت مبارکہ ﴿ الذین هم في صلاتهم خاشعون ﴾ کی بھی یہی تفسیر ہے۔ مشہور تفسیر والبی کے علاوہ ابی بکر بن المنذر، ابن جریر طبری وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت مبارکہ کا ترجمہ ''خائفون ساکنون'' بیان کیا گیا ہے۔ یعنی ''اہل ایمان اپنی نمازوں میں ڈرنے والے اور پرسکون ہوتے ہیں۔''

امام مجاہد رحمہ اللہ سے ''السکون فیها'' منقول ہوا ہے۔

⦿ ...... امام ضحاک رحمہ اللہ نے اس کا مفہوم الرهبة لله ''اللہ کے لیے ڈرنا'' کیا ہے۔

⦿ ...... امام حسن بصری رحمہ اللہ سے خائفون ''ڈرنے والے'' آیا ہے۔

⦿ ...... ابوسنان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''خشوع دل میں ہوتا ہے، اور یہ کہ بندہ اپنا پہلو مسلمان بھائی کے لیے نرم بنائے اور نماز کے دوران میں ادھر ادھر نہ جھانکے۔''

⦿ ...... امام قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ الخشوع في القلب، والخوف وغض البصر في الصلاة ''خشوع دل میں ہو، بندہ ڈرتا ہو، نماز کے دوران میں نظریں جھکائے رکھے۔''

⦿ ...... مختار القرآن (ابوعبید معمر بن المثنی) میں ہے کہ لا

تـمطح ابصارهم ولا يلتفتون ''ان کی نظریں اِدھر اُدھر نہیں اٹھتیں اور نہ وہ تانک جھانک کرتے ہیں۔''

⊙......الناسخ والمنسوخ (امام احمد رحمہ اللہ)، تفسیر اسحٰق بن راھویہ اور تفسیر ابن المنذر میں امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابتدا میں نبی ﷺ (نماز میں) اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھا لیا کرتے تھے، تو انھیں ''خشوع'' کا حکم دیا گیا۔ چناں چہ آپ اپنی نظر سجدے ہی کی جگہ پر رکھنے لگے۔

⊙......قتادہ فرماتے ہیں کہ الخشوع فی القلب ''خشوع دل میں ہوتا ہے۔'' اور آنکھوں کا جھکاؤ بھی ''خشوع'' ہی کا حصہ ہے، جو اِدھر اُدھر دیکھنے کے برعکس ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر ٥٤: ٦-٨]

''پس (اے نبی) آپ ان سے اعراض کیجیے۔ جس دن کہ ایک پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ یہ جھکی آنکھوں قبروں سے اس طرف نکل کھڑے ہوں گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دَل ہے۔ پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے اور کافر کہیں گے یہ دن تو بہت سخت ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴾ [المعارج ٧٠: ٤٣،٤٤]

''جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے، گویا کہ وہ ہدف کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھا رہی ہوگی، یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

ان آیات مبارکہ میں محشر کا منظر بیان ہوا ہے کہ وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے مگر نظریں خاشع (یعنی جھکی ہوئی) ہوں گی۔ بخلاف آیت نماز کے، وہاں مجموعی عمل نماز کو ''خاشعین'' کا عمل کہا گیا ہے۔ اور سورہ بقرہ میں یہی کہا گیا ہے:

⊙ ﴿ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾ [البقرة ٢: ٤٥]

''اور یہ نماز لوگوں کے لیے ایک بھاری عمل ہے مگر خاشعین (عاجزی کرنے والوں) کے لیے۔''

⊙ ﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ﴾

[القلم ٦٨: ٤٢،٤٣]

''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی، اور یہ لوگ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کرسکیں گے۔ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت وخواری چھا رہی ہوگی۔''

⊙ آوازوں کا پست ہونا اور دب جانا بھی خشوع میں سے ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ ﴾ [طه ٢٠: ١٠٨]

''اور تمام آوازیں رحمٰن کے سامنے پست ہو جائیں گی۔''

⊙ خشوع کی حقیقت اس طرح بھی بیان فرمائی گئی ہے:

﴿ وَ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ ﴾ [الشورىٰ: ٤٤،٤٥]

''اور تو دیکھے گا کہ ظالم لوگ عذاب کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے کہ کیا واپس جانے کی کوئی راہ ہے؟ اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ (جہنم کے) سامنے کھڑے کیے جائیں گے، مارے ذلت کے جھکے جاتے ہوں گے اور کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔''

اور فرمایا:

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ ﴾ [الغاشية ٨٨: ٢-٥]

''اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے، محنت کرنے

والے تھکے ہوئے، وہ دہکتی آگ میں جائیں گے۔ اور انھیں نہایت گرم چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔''

اور یہ سب قیامت کے دن کے مناظر ہیں۔ اور خشوع کے دو معانی میں سے یقیناً یہی راجح ہے۔ اور خشوع جو نماز میں واجب ہے اور متضمن ہے سکون اور تواضع کو کہتے ہیں۔ تو جو شخص کوے کی طرح نماز میں ٹھونگے مارتے ہوئے سجدے کرے وہ کسی صورت ''خاشع'' نہ ہوا۔

اور ایسے ہی جو رکوع سے پوری طرح سر نہیں اٹھاتا اور مطمئن ہو کر باعتدال کھڑا نہیں ہوتا، سجدے کے بعد بیٹھتا نہیں، اس نے سکون اختیار نہیں کیا اور سکون ہی عین اطمینان ہے۔ اور جو شخص نماز میں اطمینان واعتدال نہیں کرتا وہ پرسکون بھی نہیں ہوتا۔ اور جو پرسکون نہیں ہوتا، اس کے رکوع سجود میں خشوع کہاں سے آئے گا۔ اور جو خشوع نہیں کرتا وہ گناہ گار اور نافرمان ہے۔ جیسے کہ پیچھے بیان ہوا۔

نماز میں خشوع کے واجب ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے تارک کو بڑی سخت وعید سنائی ہے۔ مثلاً جو شخص دورانِ نماز میں اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائے اس کی یہ حرکت خشوع کے خلاف فرمائی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" ما بال اقوام یرفعون ابصارھم فی صلاتھم ـ"

''ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ اپنی نمازوں میں اپنی نظریں (اوپر کو) اٹھاتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ، رقم: ۷۵۰]

بلکہ اس سے بھی سخت تر الفاظ میں فرمایا:

" لینتھینّ عن ذلك او لتخطفن ابصارھم ـ"

''یہ لوگ اس کام سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں ہی اچک لی جائیں گے۔'' [بخاری، رقم: ۷۵۰۔ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب النھی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، رقم: ٤٢٨، ٤٢٩۔ ابوداؤد، رقم: ۹۱۳]

جب کہ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

" أولا ترجع إلیھم ابصارھم ـ" [مسلم، کتاب الصلاۃ، باب النھی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، رقم: ٤٢٨، ٤٢٩۔ ابوداؤد، رقم: ۹۱۳۔ ابوداؤد]

''یا ان کی نظریں ہی ان کی طرف واپس نہیں لوٹیں گی۔''☆

الغرض نماز کے دوران میں آسمان کی طرف نظریں اٹھانا خشوع کے منافی ہے اور اسی لیے آپ نے اس عمل کو حرام ٹھہرایا بلکہ اس کے مرتکب کو دھمکی بھی دی ہے۔

بلاضرورت شرعی نماز میں ادھر ادھر دیکھنا اس کے خشوع کو کم کر دیتا ہے۔ مگر کلی یا مجموعی خشوع کے منافی بھی نہیں ہے۔ اسی لیے آپ نے ایسے آدمی کی نماز کو...... جو ادھر ادھر دیکھے...... ناقص قرار دیا ہے (باطل نہیں فرمایا)۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آدمی نماز کے دوران میں ادھر ادھر دیکھتا (اور التفات کرتا) ہے؟ فرمایا:

" ھو اختلاس یختلسه الشیطان من صلاۃ العبد ـ"

''یہ ایک اچکنا ہے جو شیطان بندے کی نماز میں سے اچک لیتا ہے۔'' [بخاری، رقم: ۱۱۹۷، کتاب الاذان، باب الالتفات فی الصلاۃ، رقم: ۷۵۱۔ ابوداؤد، رقم: ۹۱۰]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لا یزال اللّٰه مقبلاً علی العبد وھو فی صلاته ما لم یلتفت، فإذا التفت انصرف عنه ـ" [ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، حدیث: ۹۰۹، نسائی، رقم: ۱۱۹٦]

''اللہ تبارک وتعالیٰ مسلسل بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب وہ اپنی نماز میں ہوتا ہے جب تک کہ وہ ادھر ادھر نہ دیکھے۔

☆ نیل الاوطار، ج:۲، ص:۲۱۰، میں بحوالہ جامع حماد بن سلمہ عن ابی مجلز لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نظریں اچک لیے جانے کا سبب وہ انوار ہوں جو نماز کے دوران میں آسمان سے نازل ہوتے ہیں جیسا کہ سیدنا اسید بن حضیرؓ کی حدیث میں آیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
بہر حال سبب خواہ کوئی ہو اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران خلاف ادب وخلاف شرع قرار دیا ہے۔ [سعیدی]

جب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ بھی اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔''

ہاں اگر شرعی ضرورت ہو تو دیکھ لینے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اس کی اجازت ہے۔ ☆

جیسے کہ سنن ابی داؤد میں جناب سہل بن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

" ثوّب بالصلاة يعني صلاة الصبح، فجعل رسول الله ﷺ يصلّي وهو يلتفت إلى الشعب ...... قال ابوداؤد ...... وكان أرسل فارساً الى الشعب من الليل يحرس ۔" [ابوداؤد، كتاب الصلاة، حديث: ٩١٦]

''نماز کی تکبیر کہی گئی ...... یعنی فجر کی نماز کے لیے ...... تو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے لگے، اور اس دوران میں گھاٹی کے درے کی طرف بھی نظر اٹھا لیتے تھے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے واضح کیا کہ ...... دراصل آپ نے اپنے ایک سوار کو رات کے وقت اس جانب بھیجا ہوا تھا کہ وہ دشمن کی نقل وحرکت پر نظر رکھے۔''

اور آپ کا یہ عمل بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ آپ نے ایک بار اپنی نواسی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھائی تھی۔ یہ ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ اور زینب رضی اللہ عنہا بنت الرسول کی صاحبزادی تھیں۔ [ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب العمل فی الصلاۃ، حدیث: ۹۱۷ تا ۹۲۰ بروایت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ]

⦿ ...... آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بار نماز کے دوران میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے دروازہ بھی کھول دیا تھا۔ [بحوالہ مذکورہ حدیث: ۹۲۲۔ ترمذی، رقم: ۶۰۱ اسنادہ صحیح، ہدایۃ الرواۃ: ۱/ ۴۴۸، رقم: ۹۶۴]

⦿ ...... اور ایک بار صحابہ کرام کو تعلیم صلاۃ کی خاطر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور سجدے کے لیے منبر سے نیچے اترے۔

⦿ ...... نماز کسوف کے دوران آپ پیچھے ہٹے۔

⦿ ...... اور شیطان کو پکڑا اور اس کا گلا بھی دبایا، جب کہ اس نے آپ کی نماز تڑوانے کی کوشش کی تھی۔

⦿ ...... اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا ہے کہ نماز کے دوران میں سانپ بچھو نظر آئے تو اسے قتل کر ڈالو۔ [ابوداؤد، رقم: ۹۲۱]

⦿ ...... اور حکم دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی نمازی کے آگے سے گزرنے کی کوشش کرے تو وہ اسے روکے۔ اگر وہ نہ رکے اور گزرنے کے لیے بضد ہو تو اس سے لڑائی بھی کرے۔ [ابوداؤد، كتاب الصلاة، باب ما يؤمر المصلي ......، حديث: ٦٩٧]

⦿ ...... اور خواتین کو تعلیم ہے کہ ...... امام کو متنبہ کرنے کے ...... تالی بجائیں۔ [ابوداؤد، باب التصفيق في الصلاة، حديث: ٩٣٩]

⦿ ...... اور اسی طرح نماز کے دوران میں اشارہ کر دینے کا بیان بھی آتا ہے۔ [ابوداؤد، باب الاشارة في الصلاة، حديث: ٩٤٣ و ٩٢٥]

یہ اور اس طرح کے (معمولی اعمال) جو نماز کے دوران میں شرعی ضرورت کے تحت سرانجام دیئے جائیں تو مباح اور جائز ہیں لیکن بلا ضرورت شرعی کیے جائیں تو عبث، لایعنی اور خشوع کے منافی ہوں گے۔

نماز میں رفع الیدین:

ان مسائل سے متعلقہ ایک اہم مسئلہ مسنون رفع الیدین کا بھی ہے۔ (یعنی رکوع کو جاتے اور اس سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرنا۔)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

" دخل علينا رسول الله ﷺ، والناس رافعي ايديهم ...... قال الراوى ...... وهو زهير بن معاوية وأراه قال في الصلاة، فقال: ما لي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذنابُ خيل شمس، أسكنوا في الصلاة ۔" [مسلم، رقم: ٤٣٠، ابوداؤد: ١٠٠٠، نسائی]

''رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگ اپنے ہاتھ اٹھا رہے تھے ...... راوی زہیر بن معاویہ نے کہا، میرا خیال ہے کہ شیخ نے کہا تھا کہ نماز میں ...... تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے کیا ہے کہ میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھ ایسے اٹھاتے ہو جیسے کہ

☆ علماء حدیث یہاں وضاحت کرتے ہیں کہ کن انکھیوں سے دیکھ لینا جائز ہے۔ منہ یا گردن نہ موڑے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام انتہائی اعلیٰ اور بے نظیر ہے۔ یہ عمل آپ علیہ السلام کے خشوع کے لیے کسی طرح بھی نقص کا باعث نہ تھا۔ [سعیدی]

سرکش گھوڑوں کی دمیں ہوں۔ نماز میں سکون اختیار کیا کرو۔''

ان سے واضح تر الفاظ یوں ہیں:

"کنّا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلّم أحدنا أشار بيده من عن يمينه ومن عن يساره ...... فلما صلّى قال ...... ما بال أحدكم يومئ بيده كأنها أذناب خيل شمس ...... وانّا يكفي أحدكم ...... أو ألا يكفي أحدكم أن يقول هكذا ...... وأشار باصبعه ...... يسلّم على أخيه من عن يمينه ومن شماله ـ" [مسلم، رقم: ۱۲۰، ۱۲۱۔ ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، حدیث: ۹۹۸]

''ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو (سلام کے وقت) ایک ہمارا اپنے ہاتھ سے اپنے دائیں بائیں اشارے کرتا تھا۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا ...... تمہارے ایک کو کیا ہوا ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایسے اشارے کرتا ہے گویا وہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہوں ...... تمھیں تو یہی کافی ہے ...... یا فرمایا ...... کیا اس قدر کافی نہیں کہ اس طرح اشارہ کردے ...... اور آپ نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ یعنی اپنے دائیں بائیں جانب کے بھائی کے لیے سلام پڑھ دے۔''

⊙ ...... صحیح مسلم میں ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور ہم لوگ جب سلام کہتے تو اپنے ہاتھوں سے اشارے کرتے تھے۔ ''السلام علیکم'' آپ نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: تمھیں کیا ہوا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے ایسے اشارے کرتے ہو گویا یہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہوں؟ جب تم میں سے کوئی سلام کہنا چاہے تو اپنے صاحب کی طرف متوجہ ہو، مگر اپنے ہاتھ سے اشارے نہ کرے۔ [صحیح مسلم، رقم: ۴۳۰]

الغرض آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں پرسکون رہنے کا حکم دیا ہے تو ان الفاظ کا تقاضا ہے کہ ایک نمازی کی ساری کی ساری نماز میں سکون ہو۔ اور سکون ''اطمینان'' کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

تو جو آدمی نماز اطمینان اور تسلی سے ٹھہر ٹھہر کر نہیں پڑھتا وہ اس میں سکون بھی نہیں کرتا۔ اور آپ علیہ السلام کا یہ فرمان ''اسکنوا فی الصلاۃ'' [مسلم، رقم: ۱۱۹۔ ابوداؤد، رقم: ۱۰۰۰] اللہ تعالیٰ کے ارشاد خشوع کے عین موافق ومطابق ہے۔ اور اہل الحدیث ہی سب لوگوں سے بڑھ کر ان تعلیمات کے پیروکار ہیں۔

اور جس شخص کا یہ خیال ہے کہ مندرجہ بالا احادیث میں ہاتھ اٹھانے کی جو نہی آئی ہے، اس سے مراد رکوع کو جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے وقت کی معروف رفع الیدین ہے تو اس کا اسے معروف رفع الیدین پر منطبق کرنا غلط ہے۔ کیوں کہ حدیث میں پوری وضاحت سے آیا ہے کہ صحابہ کرام نماز کے آخر میں سلام تحصیل کے وقت اپنے دائیں بائیں جانب کے ساتھیوں پر ہاتھوں سے اشارے کرتے تھے۔

اور یہ حقیقت ان الفاظ گرامی ''مالی أراکم رافعی أیدیکم کأنها اذناب خيل شمس'' سے آشکارا ہے۔ لفظ ''الشمس'' شموس کی جمع ہے۔ جسے عام لوگ شموص بھی بولتے ہیں۔ اور یہ گھوڑے کی وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں اسے کوئی سکون نہیں ہوتا۔

مگر رکوع کی رفع الیدین بالکل وہی عمل ہوتا ہے جو نماز کی ابتدا کرتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز کی ابتدا میں رفع الیدین مشروع اور مسنون ہے۔ تو حدیث میں رکوع کی رفع الیدین کی منع کیسے ہوسکتی ہے۔

اور آپ کا فرمان ''اسکنوا فی الصلاۃ'' اس رفع الیدین کو بھی متضمن ہے (یعنی رفع الیدین کرتے ہوئے ہاتھ بڑے وقار، سکون اور ٹھہراؤ کے ساتھ اٹھائے جائیں نہ کہ لایعنی طور پر لہرا لہرا کر یا جھٹکے کے ساتھ۔)

بیان آتا ہے کہ ایک صاحب نے جناب عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے پہلو میں نماز پڑھی اور امام صاحب نے رفع الیدین کی، جب کہ ساتھ والے صاحب رفع الیدین کے قائل وفاعل نہ تھے۔ انھوں نے امام عبداللہ بن مبارک سے کہا: کیا تم اڑنا چاہتے تھے؟ تو انھوں نے کہا: اگر میں پہلی بار میں اڑ گیا ہوں تو دوسری بار بھی اڑ سکتا ہوں، اگر پہلی بار نہیں تو ...... (دوسری بار کیوں اڑوں گا۔ جیسے کہ پہلی بار تم نے بھی کی ہے۔)

اس واقعہ میں بیان ہے کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رکوع کی رفع

الیدین نماز میں سکون کے منافی ہے تو ان کی یہ بات درست نہیں ہے۔

جب کہ یہ عمل (رفع الیدین) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے تواتر سے ثابت ہے۔ اور یہ حدیث ''اسکنوا فی الصلاۃ'' کے منافی اور معارض نہیں ہے۔ اگر بالفرض معارض ہو بھی تو رفع الیدین کے اثبات کی احادیث بہت زیادہ تعداد میں اور متواتر درجہ کی ہیں۔ جنھیں اس خبر واحد ''اسکنوا فی الصلاۃ'' پر ترجیح وتقدیم دینا واجب ہوگا۔ اور یہ ''رفع الیدین'' آدابِ نماز کے کسی طرح منافی بھی نہیں ہے۔ جیسے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت کی رفع الیدین ہے یا دیگر افعال نماز ہیں۔ بلکہ ''اسکنوا فی الصلاۃ'' (سکون) کا یہ عمل نماز کے جملہ اعمال میں سے ایک مستقل جزوی عمل ہے۔ جس کا تقاضا ہے کہ رکوع سجود اور ان سے اٹھنے میں سکون سے کام لیا جائے۔

ان تفصیلات سے واضح ہوا کہ نماز کے جمیع ارکان میں حسب الامکان سکون لازم ہے اور انتقالات کے وقت سکون اختیار کیا جائے، جن کا مظہر ہی حرکت ہے۔ تو ان میں سکون کی انتہائی کیفیت یہ ہے کہ اس انتقال میں جلد بازی نہ کی جائے بلکہ حرکت ہو مگر اعتدال وسکون کے ساتھ۔ جیسے کہ نماز کے لیے مسجد آنے کے آداب میں کہا گیا ہے کہ

" إذا أتيتم الصلاة فلا تأتوها تسعون وأتوها وعليكم السكينة، فما أدركتم فصلّوا، وما فاتكم فاقضوا۔" [بخاری، رقم: ۹۰۸، نسائی، رقم: ۸۶۲، مسلم، رقم: ۶۰۲]

''جب تم نماز کے لیے آؤ تو دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ سکینت کے ساتھ آؤ، تو جو پا لو وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے اس کی قضا دے لو۔''

دیکھئے نماز کے لیے آنے اور اس کے لیے چلنے کے عمل میں ''سکون اور سکینت'' کا حکم دیا جا رہا ہے۔ تو خود نماز کے اندر کی حرکات رکوع وسجود میں سکون کیوں لازم نہ ہوگا بلکہ عجلت منع ہے۔ بالخصوص جب اس نے اقامت بھی سن لی ہو۔

اسی طرح سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد کی نیت سے جا رہا ہو تو اپنے ہاتھوں میں تشبیک نہ کرے۔ (یعنی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں نہ ڈالے)۔ تو ایک کام جو نماز کے دوران میں جائز نہیں۔ اسے نماز کی خاطر چلنے کے دوران میں بھی ناجائز فرمایا ہے۔ اور یہی حکم سکون اور سکینت کا ہے جو نماز کے دوران میں واجب ہے تو نماز کے لیے آنے کے دوران میں بھی لازم ہے خواہ کچھ نماز فوت ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے لیے تیزی اور عجلت جائز نہیں، بلکہ بعد میں قضا دے۔

بلکہ عام عادت کے معمولات میں بھی ایک مسلمان کو سکینت اور میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ واقصد فی مشیك واغضض من صوتك ﴾

[لقمان، رقم: ۱۹]

''اپنی چال اور روش میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز پست رکھا کرو۔'' اور فرمایا:

﴿ وعباد الرحمن الذین یمشون فی الارض هونا ﴾

[الفرقان: ۶۳]

''اور رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر سکون سے چلتے ہیں۔''

جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ ''سکینت اور وقار'' کیا ہے۔ اور اس وصف سے موصوف لوگوں کو ''عباد الرحمٰن'' کے معزز لقب سے مشرف کیا گیا ہے۔ تو جب عادت اور معمولات کی حرکات میں سکینت اور وقار لازم ہے تو عبادت کے امور میں یہ لازم کیوں نہ ہوگا۔

الغرض یہ دلائل تقاضا کرتے ہیں کہ نماز اور اس کے انتقالات رکوع، سجود اور دیگر اٹھنے بیٹھنے میں سکون وسکینت ہونی چاہیے۔ اور عین رکوع، سجدہ، قیام، قعود میں سکون عبادت کا لازمی حصہ ہے۔ جو شخص نماز میں سکون نہیں کرتا اس نے نماز نہیں پڑھی۔ اس کی مثال تو گویا یوں ہوئی کہ کوئی بیٹھنے کے لیے جھکے مگر بیٹھے نہیں۔ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے مگر کھائے نہیں، یا اپنے منہ پر رکھے اور چکھے نہیں۔

ربّنا اجعلنا مقیمی الصلاۃ ومن ذریاتنا امة مسلمة لك وأرنا مناسكنا وتب علینا إنّك أنت التواب الرحیم۔

وصلی الله علی النبی محمد وعلٰی آله وصحبه اجمعین

فکر نو

عصر حاضر کی میڈیا وار میں خطبہ جمعہ کی اہمیت وافادیت

حافظ شعیب احمد (ایم فل، علوم اسلامیہ، لیکچرار گورنمنٹ کالج پتوکی)

قدیم زمانے میں دشمن قومیں باقاعدہ میدان جنگ میں باہم برسر پیکار ہوا کرتی تھیں اور آمنے سامنے تلوار ونشتر کے ایک دوسرے پر وار کیے جاتے تھے۔ لیکن عصر حاضر میں جنگوں کے میدان کئی دیگر نوعتیں بھی اختیار کر چکے ہیں اور اب حملہ آور ہونے کے اطوار بدل چکے ہیں۔ اس وقت میدانی، ہوائی اور بحری جنگوں کے ساتھ ساتھ تہذیبی وثقافتی، معاشی، فکری ونظریاتی، نفسیاتی واعصابی اور پراپیگنڈہ ومیڈیا کی جنگ بھی قوموں کے درمیان بالخصوص امت مسلمہ اور ملت کفر کے درمیان لڑی جارہی ہے۔

عصر حاضر میں میڈیا کی دونوں اقسام یعنی الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کا جائز وناجائز استعمال غالباً اپنے عروج پر ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ عالم کفر اس وقت میڈیا پر مکمل قبضہ رکھتے ہوئے بھرپور انداز میں اس کا استعمال کر رہا ہے۔ اس میڈیا وار کے ذریعے لوگوں کے رجحانات، مشاغل ومصروفیات، عقائد ونظریات، رسوم ورواج اور رہن سہن کے اطوار تک کو بدلا جارہا ہے۔ اس میڈیا کے اندر یہ طاقت ہے کہ یہ جھوٹ کو بہ تکرار بیان کرکے اور دکھا کے سچ ثابت کر دکھاتا ہے اور ناظرین وسامعین کو اس جھوٹ بارے سچ ہونے کا یقین ہونے لگتا ہے۔ اسے جادوئی طاقت (Magic Power) قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

کیوں کہ اس کے طلسماتی اثر کے نتیجہ میں ''جنوں کو خرد'' اور ''خرد کو جنوں'' کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ عالم کفر اپنے عالمی پراپیگنڈا کے نتیجہ میں جو دراصل میڈیا کے ذریعہ ہی برپا کیا گیا مسلمانانِ عالم کو بدنام کرنے، انھیں دہشت گرد کے طور پیش کرنے، قرآن کو دہشت گردی کی کتاب اور دنیا بھر میں مسلم تحاریک آزادی کو دہشت گردی کی تحریکیں ثابت کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہوگیا ہے۔

اس مذکورہ بالا صورت حال کے پیش آنے پر یقیناً امت مسلمہ کو بھی اس میڈیا وار کا مقابلہ بھرپور انداز میں میڈیا وار سے ہی کرنا ہوگا۔ عصر حاضر میں جدید ذرائع ابلاغ میں اخبار وجرائد، میگزین، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ شامل ہیں۔ مگر امت مسلمہ کے یہاں آغازِ اسلام سے ہی ایک اہم ذریعہ ابلاغ خطبہ جمعہ کی صورت میں موجود رہا ہے جس کے نہایت مناسب استعمال کی آج بڑی شدید ضرورت ہے تاکہ ان فوائد کو سمیٹا جاسکے جن کے پیش نظر خطبہ جمعہ کے پروگرام کو شریعت میں جاری وساری کیا گیا۔

پنجگانہ نماز کی صورت میں یوں تو ہر مسلمان کو روزانہ عباداتِ الٰہی کے مواقع میسر آتے ہیں لیکن جمعہ کے روز کو اس سلسلہ میں شاید کچھ زیادہ ہی اہمیت دی گئی ہے تاکہ اس دن کچھ زیادہ ہی اہتمام کرکے رضائے الٰہی کو حاصل کیا جائے۔ علاوہ ازیں جمعہ کے روز جو خطبہ جمعہ کا شریعت میں اہتمام وانتظام کرنے کا حکم دیا گیا تو شاید اس کی ایک فلاسفی یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو ہفتہ وار ہر ساتویں دن ایک لائحہ عمل بتایا جائے جس کی روشنی میں وہ بقیہ ہفتہ گزار سکیں نیز ان کے دین کی تعلیمات کا بار بار تذکرہ کیا جاتا رہے تاکہ انھیں ان کا سبق وقتاً فوقتاً یاد دلایا جاتا رہے۔

مگر آج بدقسمتی سے مجموعی طور پر مسلمان نہ تو یوم جمعہ کو کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار ہیں اور نہ ہی خطبہ جمعہ کے سننے اور اس کے مشمولات کو دل ودماغ میں جگہ دینے کی کوئی شعوری کوشش کی جاتی ہے، الا ماشاءاللہ

جب کہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ خطبہ جمعہ کا مناسب اور موزوں استعمال رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے نہایت مؤثر ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ اسلام کا ہفتہ وار ایک تربیتی پروگرام ہے جو اجتماع کی سطح پر مسلمانوں کے اہم اجلاس کی صورت میں منعقد ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آخر وہ کون سے اسباب وعوامل ہیں جن کی بنا پر آج خطبہ جمعہ کی اہمیت وافادیت کا احساس دلوں سے محو ہوتا جارہا ہے۔ ذیل میں اس کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

عصر حاضر میں خطبہ جمعہ کے بارے لوگوں کو عدم دلچسپی کی درج ذیل وجوہات ہوسکتی ہیں۔

(۱)......خطبہ جمعہ عربی زبان میں دینے پر اصرار:

رسول اللہ ﷺ نہ صرف عربی النسل تھے اور عربی زبان کے تکلم پر بلاتکلف قادرالکلام تھے بلکہ افصح العرب تھے اور آپ کے سامعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بیشتر بھی عربی زبان بولنے سننے اور سمجھنے والے تھے۔ لہٰذا لامحالہ رسول اللہ ﷺ ان سے عربی زبان میں ہی مخاطب ہوا کرتے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے امت مسلمہ کے ایک بہت بڑے طبقے نے یہ خیال کرلیا کہ خطبہ جمعہ بہرصورت عربی زبان میں دینا ہی سنت رسول ہے اور اگر اپنی مقامی زبان میں خطبہ دیا گیا تو مخالفت سنت ہوجائے گی۔ ان حضرات نے غالباً اس نکتہ کو نہ سمجھا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں توجہ دلائی تھی:

﴿ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ﴾ [ابراهيم: ٤]

''اور ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا تو اس کی قومی زبان میں بھیجا تاکہ ان کے لیے واضح انداز میں بیان کرسکے۔''

ان حضرات نے شاید اس بات پر بھی توجہ نہ دی کہ خطبہ جمعہ تو ہفتہ وار مسلمانوں کا ریفریشر پروگرام ہے جس میں ہفتہ بھر کے لیے کوئی سبق دینا مقصود ہوتا ہے اور اس کے لیے مقامی زبان کا استعمال ہی نہایت ضروری ہے۔ اگر ان اصحابِ علم نے خطبہ جمعہ کے اس پہلو پر ہی نظر دوڑائی ہوتی۔ تو یقیناً عربی زبان میں خطبہ جمعہ دینے پر اصرار نہ کرتے۔ لیکن افسوس اس کا ایک اور حل نکالا گیا اور وہ یہ کہ اصل خطبہ جمعہ سے پہلے مقامی زبان میں تقریر کرلی جائے تاکہ عوام الناس کو دین کے مسائل کی تفہیم ہوسکے۔ لیکن اس کا منفی نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کی اکثریت عربی خطبہ میں ہی پہنچتی ہے اور وہ اسی خطبہ کے دوران ہی بڑے دوزانو ہوکر ادب واحترام سے بیٹھتے ہیں جب کہ اردو تقریر کو وہ اہمیت ہی نہیں دیتے۔

(۲)......خطبہ جمعہ میں سورۃ ق پڑھنے پر اصرار:

حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''میں نے سورۃ ق کو نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سن سن کر یاد کیا جب کہ آپ اس سورۃ کی ہر جمعہ کو منبر پر قرأت کیا کرتے تھے۔'' [صحیح مسلم: ۸۷۳]

اس حدیث کی بنیاد پر ایک نوخیز جماعت ''جماعت المسلمین'' جو محض اپنے افرادِ جماعت کو ہی مسلمان سمجھتی ہے اور باقی تمام فرق وجماعات ان کے نزدیک خارج از اسلام ہیں (اللہ ہمیں ایسی تکفیری سوچ رکھنے سے محفوظ رکھے۔) سمجھتی ہے کہ ہر خطبہ جمعہ میں سورۃ ق کے پڑھنے کا التزام نہایت ضروری ہے ورنہ مخالفت سنت ہوگی۔ دراصل ان حضرات سے بھی وہی غلطی ہوئی جس کا ذکر اس سے قبل ہوچکا ہے یعنی عربی زبان میں خطبہ دینا ہی سنت ہے اور بس۔

حالاں کہ چاہیے یہ تھا کہ سورۃ ق کے موضوعات کو زیر بحث لاتے ہوئے اس سورۃ کی تشریح وتفسیر مقامی زبان میں بیان کی جاتی تاکہ لوگ اس سورۃ کا پیغام سمجھ سکتے اور اس سے کوئی سبق لے سکتے لیکن دین کے ناقص تصور اور سطحی فہم کی بنا پر سورۃ ق کے عربی زبان میں ہر خطبہ جمعہ میں پڑھنے پر ہی اصرار کیا جاتا ہے۔

(۳)......مادیت پرستی اور بے تحاشا مصروفیات:

عصر حاضر میں مسلمانوں کی اکثریت کا ''وہن'' یعنی حب دنیا اور حب زندگی (موت سے نفرت) کی بیماری میں مبتلا ہونا کوئی مشکوک امر نہیں ہے ﴿ الا من رحم ربی ﴾

آج ہم مسلمان اس قدر مادیت پرست (Materialistics) ہوچکے ہیں کہ اذان کی صورت میں اللہ کے بلاوا پر ہماری کوئی توجہ نہیں ہوتی۔ اگر بلاوا کسی M.N.A یا M.P.A یا طبقہ اشرافیہ میں سے کسی کی

طرف سے آ جائے تو ہم پھولے نہیں سماتے ۔ مادیت پرستی کی دوڑ میں ہر کسی کو دنیا کے مال ومتاع جمع کرنے ، بنک بیلنس بنالینے اور جاگیر پراپرٹی بنانے کی ہی فکر ہے ۔فکر فردا سے تو ہم کب کے غافل ہو چکے ہیں ۔ دنیوی امور سرانجام دینے کے لیے تو ہم وقت نکال سکتے ہیں ۔لیکن عبادت الٰہی کے لیے ہفتہ وار ایک گھنٹہ بھی ہم نکالنے سے عاجز وقاصر ہوتے ہیں ۔خطبہ جمعہ سننے کے لیے بھی ہم اپنی بے تحاشہ مصروفیات سے وقت نکالنے کے لیے تیار نہیں ہو پاتے اور اگر کچھ لوگ خطبہ جمعہ سننے کے لیے مسجد میں حاضر ہوتے ہی ہیں تو بالکل نماز جمعہ کے قریبی وقت میں ۔ ان معروضات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کی خطبہ جمعہ بارے عدمِ دلچسپی کی ایک اہم وجہ دنیا پرستی ، بے پناہ مصروفیات اور اللہ کے عذابوں سے بے خوفی ہے ۔

(۴)......طویل دورانیہ پر مشتمل خطبہ جمعہ:

اپنے سامعین کی نفسیات کوملحوظ رکھتے ہوئے وعظ ونصیحت کرنا سنت نبوی ہے ۔ رسول اللہ ﷺ سے بڑا امت کا ہمدرد اور خیر خواہ کون ہوسکتا ہے ۔لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے مختصر دورانیہ پر مشتمل خطبہ جمعہ دینے کوخطیب کی سمجھ داری کی علامت قرار دیا ہے ۔
[صحیح مسلم:۸۶۹]

لیکن عصر حاضر کے بیشتر علماء وخطباء شاید اس نکتہ کو کیوں نہ سمجھ پائے ہیں کہ وہ سوا ڈیڑھ گھنٹے پر مشتمل خطبہ ہی ارشاد فرماتے ہیں جس کا نتیجہ ہے کہ وہ خطیب صاحب جب آغازِ خطبہ کرتے ہیں تو عموماً گنتی کے چند لوگ ہی سماعت کے لیے بیٹھے ہوتے ہیں اور بیشتر حضرات خطیب صاحب کے لمبے خطبہ کو ناپسند کرتے ہوئے نماز کے وقت پر ہی پہنچتے ہیں ۔کیا کسی ایک موضوع کی تمام تفصیلات وجزئیات کو ایک ہی خطبہ میں ذکر کردینا کوئی شرعی مسئلہ ہے کہ اسے اگلے خطبہ جمعہ کے لیے موخر نہ کیا جاسکتا ہو۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ مختصر خطبے کی مختصر باتیں سامعین کو زیادہ دیر تک یاد رہ سکیں گی بہ نسبت ایک طویل خطبے کے ۔کیا رسول اللہ ﷺ نے باجماعت نماز کے لیے امام کو اپنے ضعیف وناتواں بیمار اور بوڑھے مقتدیوں کا خیال رکھنے کا حکم نہیں دیا ہے تو اس اصول کے استعمال کی ضرورت کا احساس آخر خطبہ جمعہ کے حوالے سے کیوں نہیں کیا جاتا ۔ وہ خطبہ جمعہ ہی کیا ہوا کہ جس کی وجہ سے لوگ علماء اور خطباتِ جمعہ سے نفرت کرنے لگیں ۔

(۵)...... جمعہ کی چھٹی کی منسوخی:

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک عرصہ تک سرکاری سطح پر یوم جمعہ کوچھٹی کی جاتی تھی جس کی وجہ سے سرکاری ملازمین بہ آسانی وسہولت خطبہ جمعہ سے مستفید ہوتے تھے ۔مگر اب ایک عرصہ سے عالمی منڈیوں میں عیسائیوں کے تسلط کے زیر اثر حکومت پاکستان نے اتوار کی چھٹی کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے جو تا حال نافذ العمل ہے اور اس کے نتیجہ میں سرکاری ملازمین کوخطبہ جمعہ سے صحیح طور پر استفادہ کرنے میں کسی حد تک مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسلام میں چھٹی (Holiday) کا تصور بالکل نہیں ہے بلکہ یہ دراصل قوم یہود کا دیا ہوا تصور ہے ۔کیوں کہ تورات میں یہ لکھا ہوا تھا کہ خدا نے چھ روز میں زمین وآسمان کو بنایا اور ساتویں دن آرام کیا ۔ [پیدائش۲:۲]

اگرچہ اب مسیحی پادریوں نے ''آرام کیا'' کو ''فارغ ہوا'' سے تبدیل کردیا ہے ۔ [سید مودودی، تفہیم القرآن ۵:۱۲۵]

جب کہ قرآن اس بات کی یکسر نفی کرتا ہے جیسا کہ اللہ ربّ العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ ولقد خلقنا السموات والارض وما بينهما فی ستة ايام وما مسنا من لغوب ﴾ [سورة ق: ۳۸]

''بے شک ہم نے زمین وآسمانوں کو اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کردیا اور ہمیں کوئی تکان لاحق نہ ہوئی ۔''

ہمارا یہ دعویٰ کہ اسلام میں چھٹی کا تصور نہیں ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اذانِ جمعہ سے قبل اور نماز جمعہ کے بعد بھی کاروبار کرنے کی اجازت دی ہے ۔چناں چہ فرمانِ الٰہی ملاحظہ ہو:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾ [الجمعة: ۹،۱۰]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ و یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

اسلامی تشخص کے پیش نظر جمعہ کے روز چھٹی کا مطالبہ یقیناً ایک الگ چیز ہے۔کیوں کہ جب سرکاری سطح پر ایک چھٹی کا فیصلہ کرنا ہی ہے تو پھر اسلامی تشخص کو نظر انداز کرنا یقیناً مناسب نہیں ہے۔لیکن مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ خصوصاً سرکاری ملازمین کے لیے یہ عذر کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ جمعہ کی چھٹی کی منسوخی کی وجہ سے وہ خطبہ جمعہ سننے سے قاصر ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ کا ڈر دلوں میں موجود ہو تو انسان بہرصورت اپنی ذمہ داریوں کے بارے غفلت شعاری کا مظاہرہ نہیں کرتا۔

(۶)......فرقہ وارانہ اور روایتی قسم کے موضوعات پر گفتگو:

خطبہ جمعہ کے حوالے سے عوام الناس کی عدم دلچسپی کی ایک وجہ خطبائے کرام کا روایتی قسم کے موضوعات پر گفتگو کرنا بھی ہے جب کہ انسان کی فطری خواہش یہ ہے کہ وہ تازہ بہ تازہ معلومات سننا چاہتا ہے۔ اس بات میں تو یقیناً شک کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن وحدیث میں کوئی کمی بیشی کی ہی نہیں جاسکتی اسے تو یقیناً من وعن بیان کیا جائے گا۔لیکن بعض پہلوؤں کے اعتبار سے موضوع بحث میں جدت پیدا کی جاسکتی ہے جس کا تفصیلی تذکرہ تجاویز کے ضمن میں کیا جائے گا۔

اس ضمن میں اگر اس حقیقت کا بھی ذکر کردیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا کہ علمائے کرام کی اکثریت چوں کہ فرقہ وارانہ موضوعات کا خطباتِ جمعہ کے لیے انتخاب کرتی ہے اور پھر بعض حساس قسم کے موضوعات میں تو کبھی غیرمحتاط طریقہ سے گفتگو کی جاتی ہے۔لہٰذا یہ چیز بھی عوام کے لیے نفرت کا باعث بنتی ہے۔نتیجتاً کئی لوگ محض نماز جمعہ میں شرکت کو ہی ترجیح دیتے ہیں تا کہ ان کے افکار ونظریات کے مخالف گفتگو سننے کا انھیں موقع ہی نہ مل سکے۔

(۷)......پابندیٔ وقت سے احتراز:

اسلام ہمیں پابندیٔ وقت کا درس دیتا ہے۔خصوصاً نمازوں کی بروقت باجماعت ادائیگی، روزہ کے لیے مقررہ وقت پر سحری وافطاری دراصل پابندیٔ وقت کی بھی ایک ٹریننگ ہے۔لیکن یہ بات نہایت معذرت سے لکھی جارہی ہے کہ بعض علماء وخطبائے کرام اختتام خطبہ جمعہ کے حوالے سے پابندی وقت کا ثبوت نہیں دیتے اور اکثر وبیشتر مقررہ ٹائم سے کچھ زیادہ وقت لیتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ کا اختتام کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک ایسا سبب ہے جس کی وجہ سے بعض حضرات خطبہ جمعہ میں تاخیر سے پہنچتے ہیں۔

علمائے کرام کا شکوہ اپنی جگہ بجا ہے کہ عوام تاخیر سے پہنچتے ہیں۔ لہٰذا عوام کو دین کی کچھ باتیں سکھانے کے لیے پھر وہ بھی وقت زیادہ لیتے ہیں۔لیکن اس کے باوجود علمائے کرام کو بہرصورت وقت کا پابند ہونا چاہیے۔ اگر وہ خود وقت کی پابندی کریں گے تو عوام خود بخود وقت کے پابند بن جائیں گے۔

(۸)......قوت گویائی وجوہر خطابت:

کسی مقام پر لوگوں کے خطبہ جمعہ کے حوالے سے عدم دلچسپی کا سبب مقامی خطیب میں جوہر خطابت کا کم ہونا یا بالکل ہی نہ ہونا بھی ہوسکتا ہے۔لیکن سامعین کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جوہر خطابت اگرچہ مشق اور تکرار سے کسی حد تک بہتر ہوجاتا ہے مگر بڑی حد تک یہ جوہر کسی خوش نصیب خطیب کو فطری طور پر ہی ملتا ہے اور اصل توجہ بات کرنے والے کی طرف نہیں بلکہ اس کی بات اور گفتگو کی طرف کرنی چاہیے جیسا کہ عربی میں کہا جاتا ہے:

" انظر الی ما یقول ولا تنظر الی من یقول ۔"

یعنی ”متکلم وخطیب کو نہ دیکھو بلکہ اس کی گفتگو کو اہمیت دو۔“

(۹)......بعض علمائے کرام کی بدعملی:

بعض حضرات علمائے کرام کے بارے میں یہ بدگمانی رکھتے ہیں کہ وہ بذاتِ خود تو عمل نہیں کرتے اور عوام کو وعظ ونصیحت کی جاتی ہے۔ ان کی اس بدگمانی کی وجہ یقیناً بعض علماء کی مشکوک سیرت وکردار ہوسکتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ تمام علماء ہی بدعملی کا شکار ہوں گے۔ یہ علماء کے بارے میں ایک صریح بدگمانی ہے۔ البتہ ایسے علماء جن کی بدعملی سے متاثر ہوکر کچھ لوگ اگر دین سے دور ہو رہے ہوں تو یہ بات ایسے علماء کے لیے بھی یقیناً لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر قول وفعل میں تضاد کی بجائے یکسانیت ہو اور انسان کسی کو پند ونصائح کرنے سے قبل خود کو عمل کا خوگر بنائے تو یقیناً پھر وہ کیفیت پیدا ہوسکتی ہے جس کا ذکر شاعر نے یوں کیا ہے ۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں مگر طاقتِ پرواز رکھتی ہے

تجاویز ولائحہ عمل:

مذکورہ بالا اسباب جن کی وجہ سے خطبہ جمعہ کافی حد تک غیر مؤثر ہو کے رہ گیا ہے۔ ایک سرسری نظر ان پر دوبارہ ڈال لی جائے تو وہ اسباب حسب ذیل ہیں:

① ......خطبہ جمعہ عربی زبان میں دینے پر اصرار
② ......خطبہ میں سورۃ ق کی تلاوت پر اصرار
③ ...... مادیت پرستی اور بے تحاشہ مصروفیات
④ ......طویل دورانیہ پر مشتمل خطبہ جمعہ
⑤ ...... جمعہ کی چھٹی کی منسوخی
⑥ ......فرقہ وارانہ اور روایتی قسم کے موضوعات پر گفتگو
⑦ ...... پابندئ وقت سے احتراز
⑧ ......قوت گویائی وجوہر خطابت
⑨ ......بعض علمائے کرام کی بدعملی وغیرہ

ان اسباب کو اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر اسباب کا تعلق خود علمائے کرام کے رویہ سے ہے۔ لیکن اکثر وبیشتر علمائے کرام عوام کی مادیت پرستی اور دنیوی مصروفیات کی وجہ سے خطبہ جمعہ سے ان کی غیر حاضری یا کم دلچسپی کے شاکی نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں علمائے کرام کو اپنے مثبت رویہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے مذکورہ بالا اسباب کا ازالہ کرنا چاہیے وہاں اس سلسلہ میں عوام کو کلیۃً غیر ذمہ دار نہیں قرار دیا جاسکتا۔ عوام الناس کو بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو اہمیت دیتے ہوئے اپنا کاروبارِ زندگی (تجارت، زراعت، ملازمت وغیرہ) اذان جمعہ سے پہلے موقوف کر دینا چاہیے اور اپنی دینی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے بایں الفاظ مخاطب ہیں:

﴿ یـایھـا الـذین امنوا اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ﴾ [الجمعۃ:۹]

”اے ایمان والو! جمعہ کے روز جب (خطبہ و) نماز جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد کی طرف لپکو اور اپنی خرید وفروخت کو (فوراً) چھوڑ دو۔“

ایک مسلمان کا اللہ تعالیٰ پر یقین کامل اور اعتماد وبھروسہ ہونا چاہیے کہ جس قدر رزق اس اللہ رازق نے اس کے لیے لکھ رکھا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔ خطبہ جمعہ کے دوران ہمارا کاروبارِ زندگی جاری رکھنا اللہ پر ہمارے ناقص یقین واعتماد کی چغلی کھاتا ہے۔ ایک مسلمان کو تو ﴿ ان صلـوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ﴾ [الانعام: ۱٦۲] کے اقرار کا درس دیا گیا ہے۔ جس میں اس بات کا اظہار ہے کہ میری زندگی وموت محض اللہ کے لیے ہے۔ اس اقرار کے باوجود ہم اسلام کے ہفتہ وار تربیتی واصلاحی پروگرام خطبہ جمعہ سننے کے لیے کچھ وقت کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ یہ صورتِ حال یقیناً لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ ہم مسلمان یہ اعتقاد ونظریہ بھی رکھیں کہ ہماری زندگی (مدتِ عمر) کا مالک فقط اللہ مالک الملک ہے اور پھر اس کے حکم کو درخور اعتنا نہ لاتے ہوئے اس کی خاطر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ نکالنے کے لیے بھی تیار نہ ہوں۔

ذی وقار علمائے کرام وخطبائے عظام کو بھی خطبہ جمعہ کی میڈیائی اہمیت وافادیت کا صحیح ادراک ہونا چاہیے اور بالخصوص عصر حاضر میں اسلام کے خلاف کیے گئے پراپیگنڈا اور اسلامی تعلیمات پر کیے جانے والے اعتراضات واشکالات بارے عوام الناس کے ذہن صاف کرنے چاہیں اور ان کے خیالات ونظریات کو درست سمت میں ڈالنا چاہیے ورنہ بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ (م ۲۰۰۰ء) مسلمانوں میں فکری ارتداد کے خطرات اس وقت منڈلاتے نظر آرہے ہیں۔ ونعوذ باللہ من ذالک

راقم الحروف کی نظر میں عوام کے خطبہ جمعہ بارے عدم دلچسپی کے مذکورہ بالا اسباب میں سے سب سے اہم اور مؤثر سبب خطبائے کرام کا موضوع گفتگو کے انتخاب میں غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اکثر حضرات روایتی قسم کے موضوعات مثلاً شانِ مصطفیٰ، آپ ﷺ کا حسن وجمال، آپ ﷺ کے کمالات اور معجزات، فرضیت نماز وروزہ اور حج وغیرہ پر گفتگو کرتے نظر آتے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مختلف مسالک کے علمائے کرام اپنے امتیازی موضوعات کو ہی زیر بحث لاتے ہیں۔ مثلاً بعض حضرات صرف توحید وسنت، بعض عظمت مصطفیٰ، کچھ اصحابِ علم شان صحابہ اور کچھ شان اہل بیت جب کہ بعض دیگر جہاد وقتال، تبلیغ دین سے متعلقہ موضوعات کے ایک خاص دائرہ کے اندر ہی رہتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ان تمام موضوعات پر بھی گفتگو ہونی چاہیے اور ایسے موضوعات پر گفتگو بھی تقویت ایمان کا باعث ہے مگر اب عصر حاضر کا جدید پڑھا لکھا انسان مزید بھی کچھ سننا چاہتا ہے اور بعض مخلص مسلمان بھی اضافہ علم کے فطری جذبہ کی تسکین چاہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اب ارکانِ اسلام اور دیگر احکام شرعیہ کی فرضیت کے ساتھ ساتھ ان کی فلاسفی وحکمت بتانے کی بھی ضرورت ہے تاکہ عوام عقلی وشعوری طور پر ان کی اہمیت وافادیت کے قائل ہوسکیں۔ اب معجزات انبیاء بارے دلائل عقلیہ فراہم کر کے اشکالاتِ ذہنی دور کرنے کی بھی فکر پیدا ہونی چاہیے۔ آج اسلامی تعلیمات کے بارے جدید میڈیکل وسائنس کی تصدیقات کا تذکرہ یقیناً مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی عظمت واہمیت کا احساس دلوں میں جاگزیں کرنے کا ایک دوسرا مؤثر طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کو دیگر ادیان کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے پیش کیا جائے اس لیے کہ دیگر ادیان خواہ سامی ہوں یا غیر سامی ان کی تعلیمات نہ تو اصلی حالت میں محفوظ ہیں اور نہ ہی درجہ کمال پر ہیں۔ لہٰذا اس تقابل سے لامحالہ تعلیماتِ اسلامیہ اپنی اہمیت وافادیت دلوں میں بہ آسانی جگہ بنا سکیں گی ویسے بھی عربی میں کہتے ہیں:

"الاشیاء تعرف بأضدادها۔"

یعنی کسی چیز کی صحیح پہچان اس وقت ہوتی ہے جب اسے اس کی مخالف شے کے ساتھ رکھ کر دیکھا جائے۔ احکام شرعیہ کی فلاسفی بیان کرنے سے ذہنوں میں پائے جانے والے اشکلات واعتراضات کا ازالہ ہوگا اور اسلام کے تقابلی مطالعہ سے اسلامی تعلیمات کی عظمت کا احساسِ عالیہ پیدا ہوگا۔ ان دو فوائد کے علاوہ اس طرزِ خطابت کا تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ لوگوں کی اضافہ علمی کی فطری خواہش کی تسکین بھی ہوگی اور ان کی ذہنی بوریت بھی دور ہوسکے گی۔

ایک سمجھدار اور کامیاب خطیب کی خطابت کا راز اس میں ہے کہ اس کی گفتگو عصری حالات سے بھی متعلق ہو اور اس میں عوام کو کچھ لائحہ عمل دیا گیا ہو۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اپنے گرد وپیش کے حالات، منفی رویوں اور سیاسی صورت حال بارے بھی عوام الناس کی رہنمائی کی جائے۔ البتہ ایک داعی کو ایسا رویہ اختیار نہ کرنا چاہیے کہ وہ کسی خاص گروہ کی بے جا طرف داری کرے اور دیگر جماعات کے خلاف کچھ ایسے ناروا اور نامناسب الفاظ استعمال کرے کہ جس سے عوام متنفر ہوجائیں۔

مزید وضاحت کے لیے عرض ہے کہ اگر ملک میں ہنگامی نوعیت کے حالات ہوں مثلاً زلزلہ یا طوفان وسیلاب آجائے، الیکشن کا موقع ہو یا لوگ خودکشیاں اور خودسوزیاں کر رہے ہوں یا اپنے بچوں کی نیلامی کرتے پھر رہے ہوں تو اس طرح کے حالات کو بھی زیر بحث لاکر عوام کو

مثبت سوچ دی جائے اور ان کی اس منفی سوچ کا بھی ازالہ کرنا چاہیے کہ علماء حضرات تو محض کنویں کے مینڈک ہیں اور گرد و پیش پر ان کی کوئی نظر اور سوچ نہیں ہوتی۔

ان موضوعات پہ گفتگو محض اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے ہی نہیں کی جانی چاہیے بلکہ یہ علماء کی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ ایسے مواقع پر بھی عوام کی صحیح رہنمائی کریں۔ خلاصۃً یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ خطیب کی گفتگو دراصل حالات حاضرہ (Current Issue) پر ہونی چاہیے جس سے سامعین کو یوں لگے گویا یہ تو ان کا اپنا ہی موضوع اور مسئلہ ہے جس پر ان کی رہنمائی کی جا رہی ہے اس سے یقیناً سامعین کی دلچسپی میں اضافہ ہو سکے گا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آخر لوگ جیو چینل کے پروگرام ''کیپیٹل ٹاک''، ''پچاس منٹ''، ''گریٹ ڈیبیٹ'' اور ایکسپریس نیوز کے پروگرام ''آج کل'' اور ''کالم کار'' وغیرہ کو کیوں اتنی اہمیت دیتے ہیں اور اس کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہی ہے کہ ان پروگراموں میں مسائل حاضرہ پر بات کی جاتی ہے۔ خطبہ جمعہ کو موثر بنانے کے لیے بھی ضروری ہے کہ علمائے کرام بھی مسائل حاضرہ پر بات کرنے کا سلیقہ اپنے اندر پیدا کریں۔ لیکن مسائل حاضرہ پر بات کرنے کا یہ مطلب قطعاً نہ لیا جائے کہ خطبہ جمعہ کو محض ایک سیاسی تقریر کا رنگ دے دیا جائے۔

یہ بات بھی مشاہدہ میں آئی ہے کہ بعض جوشیلے نوجوان خطباء حکومت وقت کی غلطیوں بارے عوام الناس کو خبردار کر رہے ہوتے ہیں اور حکمرانوں کو برا بھلا کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں۔ حالاں کہ جہاں ایک مناسب انداز میں عوام کو حکمرانوں کے غلط اقدامات سے باخبر رکھنا ضروری ہے۔ وہاں عوام کو اگر کچھ مناسب لائحہ عمل نہ بتایا جائے جو ان کی دسترس میں بھی ہو تو اس موضوع پر گفتگو کا صحیح حق ادا نہ ہو سکے گا۔ موضوع کے صحیح حق ادائیگی کے لیے اس پہلو کو مدنظر رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔

اور یہ بات تو بالکل سامنے کی ہے کہ خطبائے عظام اگر احکامِ شرعیہ کی فلاسفی، اسلامی تعلیمات کو تقابلی انداز میں پیش کرنا اور مسائل حاضرہ پر بات کرنا چاہیں گے تو اس کے لیے یقیناً انھیں وسیع المطالعہ بھی ہونا ہوگا اور کثرت مطالعہ تو اہل علم کے لیے ایک قیمتی زیور کی حیثیت رکھتا ہے جس کی بدولت وہ اپنے علم کو مزید آراستہ و پیراستہ کرتے رہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں علمائے کرام کے لیے راقم الحروف کا یہ مشورہ ہے کہ وہ اخبارات اور دینی کتب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ عصری اسلامی رسائل وجرائد کے مطالعہ کو بھی یقینی بنالیں۔ کیوں کہ ان رسائل وجرائد سے تازہ علمی وفکری غذا ملتی ہے اور یہی غذا آگے عوام تک منتقل کرنا ضروری ہے تا کہ ایمان وعمل کو جلا ملتی رہے۔ معلوم ہوا طرزِ خطابت کی اس خوشگوار تبدیلی سے علمائے کرام کو وسعت علمی کی نعمت بھی میسر ہو سکے گی۔

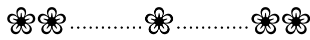
خطبہ جمعہ کو مؤثر بنانے کے لیے اور لوگوں کی حاضری کو یقینی بنانے کے لیے ایک تجویز یہ بھی ہے کہ اگر عوام کو پیشگی طور پر آئندہ کے خطبہ جمعہ کا موضوع بتا دیا جائے تو اس سے بھی غالباً لوگ دلچسپی کا مظاہرہ کریں گے۔ ان تمام مذکورہ بالا مساعی کے ساتھ ساتھ بندۂ مومن (خطیب) کا اصل ہتھیار دعا ہے کہ وہ اللہ کے حضور دست بدعا ہو کہ اللہ اس کی زبان کی گرہ کھول دے تا کہ بات کو صحیح سمجھا سکے۔ [طٰہٰ:۲۷،۲۸]

اور اپنی زبان وگفتگو کو مؤثر بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اضافہ علم وعمل اور خلوص کی بھی دعا کرتا رہے۔ علاوہ ازیں اس دعا کو بھی اپنی جملہ دعاؤں کا حصہ بنالے کہ اللہ ربّ العالمین اس کے سامعین کے دل پھیر دے اور انھیں دین کا صحیح فہم وبصیرت عطا فرمائے اس لیے کہ تمام افرادِ انسانی کے قلوب اسی ذاتِ یکتا کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا الى طاعتك، آمين ۔

آخر میں راقم الحروف معزز علمائے کرام وخطبائے عظام کی خدمت عالیہ سے یہ امید رکھتا ہے کہ اس تحریر سے اگر کسی کو کچھ ناگواری ہوئی ہو تو عفو ودرگزر سے کام لیں گے۔ ''والعفو عند كرام الناس مقبول''

کیوں کہ یہ تحریر محض ''ان اريد الا الاصلاح ما استطعت'' کے جذبہ سے لکھی گئی ہے۔



پند ونصائح

جماعت اہل حدیث کی غرض وغایت

جناب قاضی عبدالرحیم صاحب

کلام الٰہی کی رو سے جیسے ایک شخص کی اچھائی اور دنیا وآخرت میں کامیابی کا انحصار اسی پر ہے کہ وہ توحید اور رسالت پر ایمان لائے، اللہ ورسول کی پوری پوری اطاعت کرے، اور مخلص ہو۔ ایسے ہی کسی جماعت کی اچھائی اور دارین میں فلاح وکامیابی اس پر منحصر ہے کہ وہ صفات مذکورہ سے متصف ہونے کے علاوہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند ہو۔

پہلی تینوں چیزوں کا تعلق صرف فاعل کی ذات سے ہے۔ اس لیے ان کا اثر اور فائدہ بھی اسی ذات تک محدود ہے۔ لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق فاعل کے علاوہ دوسرے اشخاص سے بھی ہے۔ لہٰذا اس کا اثر اور فائدہ بھی لازماً متعدی اور بہت سے اشخاص سے متعلق ہے اور کسی ایک امر میں اشخاص کثیر کے اشتراک کا نام ہی جماعت ہے۔ خواہ اس میں موجودہ اصطلاح ملحوظ نہ بھی ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اچھی جماعت کے لیے بنیاد واساس کی حیثیت بھی رکھتا ہے اور غرض وغایت کا حکم بھی۔ اور دنیا وآخرت میں جماعت کی کامیابی کے کفیل کا بھی۔ اس کی اساسی حیثیت کی نسبت ارشاد ہے:

﴿ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله ﴾ [آلِ عمران: ١١٠]

''تم بہترین جماعت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرتے ہو۔''

یعنی دنیا میں تمہارے وجود کی بنیاد اسی پر رکھی گئی ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ نوع انسانی کے دارین کی تکالیف سے بچنے اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں اور فائدے حاصل کرنے کا ذریعہ بنو۔ اور دوسرے انسانوں کے لیے ان کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر مفید اور خیر خواہ ثابت ہو۔ جب تمھیں کوئی شخص کسی قسم کی دنیوی یا اخروی بھلائی یا فائدے سے محروم رہتا نظر آئے تو اسے اس بھلائی کے حاصل کرنے پر آمادہ کرو۔ اور اگر وہ کسی تکلیف، برائی یا نقصان میں بوجہ جہالت ولاعلمی گرتا دکھائی دے تو اسے اس سے بچانے کی کوشش کرو۔

ایسی جماعت کے انجام اور غایت کے متعلق فرمایا:

﴿ الذین ان مکناهم فی الارض اقاموا الصلوة واتو الزکوة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنکر ولله عاقبة الامور ﴾ [الحج: ٦١]

''جب ہم اس جماعت کو دنیا میں کامیاب بنا دیتے ہیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔''

پہلی آیت کریمہ میں اس جماعت کی ابتدا بیان فرمائی اور دوسری میں اس کی انتہا اور دونوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صفت ذکر کی۔ اس جماعت کی دارین میں کامرانی کی ضمانت کے بارے میں فرمایا:

﴿ ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئك هم المفلحون ﴾ [آلِ عمران: ١٠٦]

چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو، جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے۔ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ یہی لوگ کامیاب ہیں ذرا الفاظ ''یہی لوگ'' کی تاکید پر غور فرمائیے۔''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس رسالت کا ایک حصہ ہے جس کے پہنچانے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الرسل حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ سب نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کیا۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ ظرف اور انسانی ترقی کے مدارج کے اختلاف کے موافق معروف اور منکر کی تعیین اور تجدید مختلف رہی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بتفصیل ہر معروف اور ہر منکر کی تعیین فرما دی اور دین اسلام کی تکمیل کے ساتھ ہی معروف اور منکر کی تعیین وتحدید بھی کامل ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں فرمایا:

﴿ یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ﴾ [الاعراف: ۱۵۷]

''رسول اللہ ﷺ لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ دوسری جگہ حضور ﷺ کی اسی صفت کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا۔''

ویزکیھم وہ لوگوں کو برائیوں سے پاک وصاف کرتے ہیں۔ ان کے اتباع کی صفت میں فرمایا:

﴿ والمومنون والمومنٰت بعضھم اولیآء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ﴾ [التوبۃ: ۷۱]

یعنی مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ یہاں مومنین کی باہمی خیر خواہی کو لفظ ولایت سے تعبیر فرمایا۔ یعنی وہ ایک دوسرے کے سرپرست ہیں۔ کیا سرپرست سے بھی بدخواہی کی توقع کی جا سکتی ہے؟ اور اس سرپرستی کا ظہور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شکل میں ذکر کیا۔

معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کی نظروں میں وہی جماعت اللہ تعالیٰ کے ہاں مطلوب اور دارین میں کامیاب ہے جس کی ابتداء وانتہا، غرض وغایت، ظاہر وباطن، اور اہم ترین عمل وشغل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو، جو کہ نوع انسانی کی سعادت وفلاح اور دنیا وعقبیٰ میں کامرانی کے لیے بیخ وبنیاد ہے۔ جس جماعت یا اجتماع میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں۔ وہ لغوی معنی میں جماعت یا اجتماع تو ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآنی اصطلاح میں وہ جماعت کہلانے کی مستحق نہیں۔ کیوں کہ اس جماعت میں ریڑھ کی ہڈی مفقود ہے۔ اور اس کی حیثیت ایک لوتھڑے کی سی ہے۔ ایسے لوتھڑے سے انسانی فرائض کا ادا ہونا ممکن نہیں!

چوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق متعدی اور اس کا فائدہ اور نفع عام ہے اس لیے لازماً اس کے ترک اور خلاف کا تعلق اور اثر بھی عام ہونا چاہیے۔ اور اس کے نتائج بد اور نقصانات بھی عام اور متعدی ہونے چاہئیں۔ چناں چہ ایسا ہی ہے جب کسی قوم سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض مفقود ہو جائے یا اتنا کم ہو جائے کہ اس کا اثر وتعلق کالعدم ہو۔ تو بداعمال کی سزا عام اور متعدی ہوتی ہے۔ اور گنہگاروں کے ساتھ بے گناہ بھی پکڑے جاتے ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے دوسروں کو اعمال بد سے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اسی بنا پر اصحاب سبت میں سے صرف وہی لوگ عذاب الٰہی سے نجات کے مستحق قرار دیئے گئے جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پابند تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو ایک بستی کے تباہ کرنے کا حکم دیا۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ اس بستی میں فلاں شخص بڑا صالح اور پرہیزگار موجود ہے۔ حکم ہوا بے شک وہ خود نیک اور متقی ہے۔ لیکن کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت کو دیکھ کر ناراضگی سے اس کی پیشانی پر بل نہیں آیا۔ اس لیے اسے بھی ہلاک کر دو۔ چناں چہ اسے بھی بستی والوں کے ساتھ ہی ہلاک کر دیا گیا۔

نیکی اور بدی وہی ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام نے نیک یا بد قرار دیا ہو۔ انسانی عقول وآراء ان کے فیصلہ سے قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق اور مالک ہونے کے علاوہ اس کا مربی اور مہربان بھی ہے۔ یہ اس کی ربوبیت اور رحم ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان جس کی اصل مٹی اور گندہ پانی ہے۔ انسانی شکل وعقل اور قوائے مختلفہ سے ترکیب پا کر زمین وآسمان کی مخلوقات سے استفادہ کر رہا ہے اور ہر چیز اس کی خدمت میں لگی ہے۔ حالاں کہ یہی انسان اپنے کسی عضو سے بھی اپنی حسب منشا کام نہیں لے سکتا اگر وہ مالک اس کام کی اجازت نہ دے۔

آپ روزانہ ہزاروں اندھے، لولے لنگڑے دیکھتے ہیں۔ جن کی تکالیف کو دنیا میں کوئی رفع نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ وہ مالک علام الغیوب ہے۔ انسان کی فطرت، اس کے جذبات، خواہشات اس کی ضروریات ومشکلات اس کے قوائے علمیہ اور عملیہ کی ابتدا اور انتہا اور اس کے مفاد اور مضار سے پورے طور پر آگاہ ہے۔ اگر وہ انسان کو کمال کے اسی انسانی مرتبہ پر پہنچا کر اس کو مفید ومضر اور نفع ونقصان کے اسباب سے آگاہ نہ فرماتا، نیکی اور بدی میں تمیز نہ بخشتا اور اس کی رہنمائی کے لیے اپنے انبیاء اور رسول نہ بھیجتا۔ تو انسان پر اس کی نعمت اور رحمت کامل نہ ہوتی۔ اور انسان اپنے وجود کو بدی کے اثرات اور نتائج سے ایک دن بھی محفوظ نہ رکھ سکتا۔ باقی رہے انبیاء اور رسل تو وہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہتے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اس لیے نیکی اور بدی کی تعیین ان ہی کا حق ہے۔ اگر نیکی اور بدی کی تعیین انسانی عقول اور آراء پر چھوڑ دی جاتی اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیم تبلیغ موجود نہ ہوتی۔ تو آج دنیا میں ظلوم وجہول انسان اور دوسرے حیوانات میں کوئی امتیاز باقی نہ رہتا۔ بلکہ انسان اپنی جہالت اور بدعملی کے نتیجہ میں مدتوں پہلے معدوم ہو چکا ہوتا۔

جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رسالت کی جزو اصلاح عالم کی بنیاد۔ اور جماعت واجتماع کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا حکم رکھتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ہمارے قائدین کو سب سے اوّل اور سب سے زیادہ توجہ اسی کی طرف منعطف کرنی چاہیے۔ خواہ وہ قائدین دائرہ حکومت سے تعلق رکھتے ہوں یا زمرہ علم وفضل سے۔ کیوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دو صورتیں ہیں۔

① ...... نیک امر کی نیکی اور برے کام کی برائی کو واضح کرنا۔ تا کہ دوسرے اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔

اس کے تین طریقے ہیں: تحریر، تقریر اور عملی نمونہ۔ اس صورت کا زیادہ تر تعلق اہل علم وفضل سے ہے۔ اگر چہ اربابِ اقتدار بھی اس کی تکلیف سے بری نہیں۔

② ...... دوسری صورت ہاتھ اور قوت سے امر بالمعروف اور نہی یا کنویں میں گرتے دیکھ کر اسے ہاتھ سے پکڑ لینا، اور وہ راضی ہو یا ناراض۔ اس راستے سے ہٹا کر اسے دوسرے راستہ پر ڈال دینا تا کہ اس کی جان بچ جائے۔ اگر آپ کو یقیناً معلوم ہو کہ کل فلاں آدمی کا مکان جل جائے گا۔ تو بتلایئے آپ اس کے بچانے کی کوشش کریں گے یا نہیں۔ جب قرآن پر ہمیں یقین ہے اور قرآن فرماتا ہے کہ بے نماز ضرور جہنم میں جائے گا۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اس کو اس آگ سے بچانے کی کوشش کریں اور اس میں اپنی پوری قوت صرف کر دیں اس صورت کا زیادہ تر تعلق اربابِ حکومت سے ہے۔ کیوں کہ قوت وطاقت ان کے ہاتھ میں ہے۔ اگر چہ زمرۂ علما بھی اس سے بری الذمہ اور غیر مسئول نہیں۔ جہاد اسلامی اسی دوسری صورت کا ایک آخری طریقہ ہے جب کہ دوسرے تمام طریقے بے کار ثابت ہوں تو اسے اختیار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔ اسلامی جہاد بھی فرض کفایہ آخری ہے۔

اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری جماعت اہل حدیث پر عائد ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہی قرآن وحدیث کی صحیح حامل، اور تبلیغ احکام میں اللہ ورسول ﷺ کی اصلی نائب ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بیان فرمودہ، معروف اور منکر سے پورے طور پر واقف ہے۔ اور الحمد للہ کہ یہ جماعت ابتدائے اسلام سے آج تک اپنے اس فرض منصبی کو بوجہ احسن انجام بھی دیتی رہی ہے۔ جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اب افراد جماعت سے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اپنے اس اہم ترین فرض کے لیے پھر کمر بستہ اور مجتمع ہو جایئے۔

انقلابی دور کے حوادث سے جو ضعف واضمحلال پیدا ہوا ہے اس کی تلافی کیجیے۔ دہن اور کسل کو چھوڑیئے اپنی ریڑھ کی ہڈی کو مضبوط کیجیے اور دین قیم کی حفاظت وبرتری کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابندی اختیار فرمایئے تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے وعدے کے مطابق آپ دارین میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

وافوض امری الی اللّٰہ ۔



مسائل ودلائل

قسط نمبر: ۱

عدم سماع موتی کے دلائل

قرآن وسنت کی روشنی میں

(مولانا) خاور رشید بٹ

جب کسی مذہب، قوم یا کسی ملک کا لیڈر یا راہنما دار فانی سے عالم جاوید کی طرف کوچ کر جاتا ہے تو اس کے ماننے والے عموماً تین باتوں میں سے ایک کا انتخاب کرتے ہیں:

① ......لیڈر یا راہنما کو بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے۔

② ......اس کی کوئی یادگار قائم کی جاتی ہے تاکہ اسے خراجِ تحسین پیش کیا جاتا رہے۔

③ ......اس کو معبود بنا لیا جاتا ہے، اس کی قبر پر گنبد و مینار کھڑے کر کے لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا کام اسے سونپ دیا جاتا ہے اور زندہ انسانوں سے ادراک، قوت، فہم و شعور میں زیادہ سمجھ لیا جاتا ہے جیسا کہ

''بعد مرنے کے سمع بصر ادراک عام لوگوں کا یہاں تک کہ کفار کا زائد ہو جاتا ہے۔'' [ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص:۳۱۱، ط: مشتاق بک کارنر لاہور]

بعض لوگ اضافہ تو نہیں لیکن برابری تسلیم کر کے شرک کے چور دروازے کو کھلا رکھنے پر بضد ہیں۔ مولانا سرفراز خاں صاحب لکھتے ہیں:

''لیکن ادراک و شعور فہم و سماع میں مردے اور زندے برابر ہیں۔'' [سماع الموتی، ص:۲۱۱]

برصغیر پاک و ہند میں عام مسلمان چوں کہ ہندووانہ رسم و رواج اور ثقافت سے متاثر تھے۔ لہٰذا ان کے دیکھا دیکھی انھوں نے بھی اپنے مذہبی راہنما اور پیر و مرشد کی قبروں پر قبے، مزارات اور مینار کھڑے کر دیئے۔ اور ایسے علماء میسر آ گئے جو بجائے اصلاح کرنے کے ان کے ممد و معاون بن گئے۔

چناں چہ عوام نے ان قبروں والوں کو خدائی صفات کا حامل سمجھنا شروع کر دیا اور ان کے آگے سجدہ ریز ہونا، نذر و نیاز چڑھانا، منتیں ماننا اور اپنی حاجات رکھنا شروع کر دیں۔ ایسے افراد کو سوال کیا جائے کہ بھائی یہ بزرگ، پیر صاحب وفات پا چکے ہیں۔ دنیا سے ان کا رابطہ ٹوٹ چکا ہے۔ ان کے جسم و روح کے درمیان جدائی ڈال دی گئی ہے۔ ان کے ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان اور دل گویا ہر عضو اپنا کام کرنا چھوڑ چکا ہے اور ان کی کوئی حس زندہ نہیں اگر زندہ ہوتی تو دنیا کا کوئی ڈاکٹر اسے مردہ قرار نہ دیتا اور نہ ہی کوئی انھیں دفنانے کی جرأت کرتا۔ اس کے باوجود انھیں حاجت روا اور مشکل کشا اور زندوں کی باتیں سننے والا سمجھتے ہو؟

اس کے جواب میں تین باتوں میں سے ایک بات کرتے ہیں:

(الف) جی اکثریت ایسا کرتی ہے ہم کیوں نہ کریں؟

(ب) ہمارے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں ہم خاندانی طور پر ایسا کرتے ہیں۔

(ج) اللہ تعالیٰ ہماری سنتا نہیں اور ان بزرگوں کی موڑتا نہیں اس لیے ایسا کرتے ہیں۔

آئیں! اب قرآنِ مجید سے ان باتوں کا جواب تلاش کرتے ہیں۔ پہلی بات کا جواب دیتے ہوئے قرآن فرماتا ہے:

﴿ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴾

[الانعام ٦: ١١٦]

''اور دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔''

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف رقم طراز ہیں:

قرآن کی اس بیان کردہ حقیقت کا بھی واقع کے طور پر ہر دور میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَ مَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴾

''آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔'' [یوسف: ۱۰۳]

اس سے معلوم ہوا کہ حق وصداقت کے راستے پر چلنے والے لوگ ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں جس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ حق وباطل کا معیار دلائل وبراہین ہیں۔لوگوں کی اکثریت واقلیت نہیں یعنی ایسا نہیں ہے کہ جس بات کو اکثریت نے اختیار کیا ہو وہ حق ہو اور اقلیت میں رہنے والے باطل پر ہوں۔ بلکہ مذکورہ حقیقت قرآنی کی رو سے یہ زیادہ ممکن ہے کہ اہل حق تعداد کے لحاظ سے اقلیت میں ہوں اور اہل باطل اکثریت میں۔ [احسن البیان،ص:۱۸۶]

دوسری بات کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴾ [المائدة ۵: ۱۰۴]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا، کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔''

مشرکین مکہ کی عورتیں اور مرد سب کے سب بیت اللہ کا طواف ننگے ہوکر کرتے تھے۔ چناں چہ اس کی بابت جب سوال کیا جاتا تو مختلف حیلے اور بہانے بیان کرتے ان میں سے ایک حسب ذیل ہے:

﴿ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَاۤ اٰبَآءَنَا ﴾ [الاعراف ۷: ۲۸]

''اور وہ لوگ جب فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے۔''

تیسری بات کی وضاحت قرآنِ مجید ان الفاظ میں کرتا ہے:

﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴾ [البقرة ۲: ۱۸۶]

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے میں قبول کرتا ہوں۔ اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں۔ یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ عبد (بندہ) بولا ہے جو ہر انسان کے لیے ہے۔ عام ہو یا خاص، نبی ہو یا امتی، ولی ہو یا قطب، پیر ہو یا مرید، اللہ تعالیٰ ہر ایک کی سنتا ہے۔

اس کے باوجود کئی لوگ غیر اللہ کو پکارنا ان کے سامنے اپنی فریادیں رکھنا فرض منصبی اور ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ عوام کو اس طرف لگانے کے لیے مختلف انداز واطوار اور غیر شرعی عقائد ونظریات پر اسلام کا لیبل لگا کر پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک چور دروازہ سماع موتی کا اثبات یعنی مردوں کے سننے کو برحق سمجھتا ہے۔

ظاہر ہے جب تک شیطان کے یہ گماشتے عوام کو یہ باور نہیں کروا دیتے کہ فوت شدگان ہماری پکار سنتے ہیں بلکہ ہماری بگڑی سنوارنے اور حاجت روائی پر قادر ہیں اور ان کا ادراک وقوت زندوں سے بھی بڑھ جاتی ہے خواہ مردہ کافر ہی ہو، اس وقت تک ان کی گدی، نذرانے، چڑھاوے اور حلوے مانڈے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ آئیں قرآنِ مجید اس مسئلہ پر کیا روشنی ڈالتا ہے۔

دلیل اوّل:

﴿ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ﴾ [فاطر ۳۵: ۱۳، ۱۴]

''جنھیں تم اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔''

اس آیت میں کئی امور واضح کیے گئے ہیں:

اوّلاً: اہل بدعت اور مشرکین کی طرف موحدین پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ بتوں والی آیات ہمارے نیک اور صالح پیر و مرشد اور اولیاء پر فٹ کرتے ہیں۔ آیت مذکورہ میں اس کا واضح طور پر ردّ کیا گیا ہے۔ کیوں کہ اگر محض بت ہوتے تو قیامت کے دن انکار کرنے کا معنی ہی نہیں بنتا۔ سورہ یونس میں یہ مسئلہ اس طرح آیا ہے:

﴿ وَ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَیَّلْنَا بَیْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِیْنَ ﴾

[یونس ۱۰: ۲۸، ۲۹]

''اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کی آپس میں پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے وہ شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ سو ہمارے تمہارے درمیان اللہ کافی ہے گواہ کے طور پر کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر نہ تھی۔''

ثانیاً: جن لوگوں کو پکارا جاتا ہے، آواز دی جاتی ہے وہ پکار و آواز نہیں سنتے۔

ثالثاً: اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو مدد کرنے پر قادر نہیں۔ کیوں کہ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اتنا بے اختیار اور عاجز فرد کیسے دوسرے کی مدد کر سکتا ہے۔

رابعاً: غیر اللہ کو ایسا پکارنا شرک ہے۔

خامساً: جب اللہ تعالیٰ نے کسی آیت میں بتوں کی تخصیص نہیں کی تو ہم کیسے کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوا قیامت کے دن صرف بت ہی نہیں بلکہ جس جس کی بھی اللہ کے سوا عبادت ہوتی رہی وہ انکار کر دے گا اور اپنی لاعلمی کا اظہار کرے گا۔

دلیل دوم:

سورہ یونس کی مذکورہ آیات (۲۸، ۲۹) میں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکوں کی پکار کا یہ لوگ انکار کر دیں گے اور اپنی بے خبری کا اعلان کر دیں گے۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی نیک ہو حتیٰ کہ نبی و رسول ہو ولی ہو یا پیر ہو فوت ہونے کے بعد اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا۔ اس کے متبعین اور عقیدت مند اسے مدد کے لیے پکارتے ہیں اس کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ اس کی قبر پر میلے ٹھیلے کا انتظام کرتے ہیں۔ لیکن وہ بے خبر ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں کا انکار ایسے لوگ قیامت کے دن کریں گے۔ [ملخص احسن البیان، ص:۲۷۶]

دلیل ثالث:

﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ﴾ [الاحقاف ۴۶: ۵، ۶]

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں اور جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔''

مولانا مودودی رحمہ اللہ ان آیات کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان پکارنے والوں کی آواز سرے سے پہنچتی ہی نہیں، نہ وہ خود اپنے کانوں سے سن سکتے ہیں، نہ کسی ذریعہ سے ان تک یہ اطلاع پہنچتی ہے کہ دنیا میں انھیں کوئی پکار رہا ہے۔ اس ارشادِ الٰہی کو تفصیلاً یوں سمجھئے کہ دنیا بھر کے مشرکین خدا کے سوا جن ہستیوں سے دعائیں مانگتے رہے ہیں وہ تین اقسام پر منقسم ہیں۔

ایک بے روح اور بے عقل مخلوقات

دوسرے وہ بزرگ جو گزر چکے ہیں۔

تیسرے وہ گمراہ انسان جو خود بھی بگڑے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی بگاڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

پہلی قسم کے معبودوں کا تو اپنے عابدوں کی دعاؤں سے بے خبر رہنا ظاہر ہی ہے۔ رہے دوسری قسم کے معبود جو اللہ کے مقرب بندے تھے تو ان کے بے خبر رہنے کی دو وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کے ہاں اس عالم میں ہیں۔ جہاں انسانی آوازیں براہِ راست ان تک نہیں پہنچتیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی ان تک یہ اطلاع نہیں پہنچاتے کہ جن لوگوں کو یہ بزرگ ساری عمر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا سکھلاتے رہے تھے وہ اب الٹی آپ سے دعائیں مانگ رہے ہیں۔

اس لیے کہ اس اطلاع سے بڑھ کر ان کو صدمہ پہنچانے والی کوئی چیز نہیں ہوسکتی اور اللہ اپنے نیک بندوں کی ارواح کو اذیت دینا ہرگز پسند نہیں کرتا، اس کے بعد تیسری قسم کے معبودوں پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ان کے بھی بے خبر رہنے کی دو وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ملزموں کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے حوالات میں بند ہیں جہاں دنیا کی کوئی آواز نہیں پہنچتی۔ دوسرے یہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی انھیں یہ اطلاع نہیں پہنچاتے کہ تمہارا مشن دنیا میں خوب کامیاب ہو رہا ہے اور لوگ تمہارے پیچھے تمھیں معبود بنائے بیٹھے ہیں اس لیے کہ یہ خبریں ان کے لیے مسرت کا موجب ہوں گی اور خدا ان کو ہرگز خوش کرنا نہیں چاہتا۔

[تفہیم القرآن تحت آیات سورۃ الاحقاف، ص:۶۰۲]

دلیل رابع:

﴿ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ج فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الزمر ۳۹: ۴۲]

’’اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انھیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انھیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لیے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔‘‘

اس آیت میں نیند اور موت کے مابین مشابہت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ روح قبض کر لیتا ہے۔ ہاں جس کی زندگی ابھی باقی ہوتی ہے اس کی روح واپس بھیج دیتا ہے اور جس کا وقت پورا ہو چکا ہوتا ہے اس کی روح روک لیتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا نیند میں جسے موت کی چھوٹی بہن کہا جاتا ہے آدمی سنتا ہے؟

سب جانتے ہیں کہ نہیں سنتا۔ اگر سنتا ہو تو اسے سویا ہوا نہیں کہتے۔ حالاں کہ نیند کی حالت میں روح کا جسم کے ساتھ کافی حد تک تعلق بھی ہوتا ہے۔ نبض اور دورانِ خون چل رہے ہوتے ہیں، سانس آ جا رہی ہوتی ہے، کروٹ بدل سکتا ہے، نظامِ ہضم چلتا رہتا ہے۔ لیکن موت میں تو ہر قسم کا تعلق منقطع ہو چکا ہوتا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے ایک صحت مند زندہ انسان جو کہ سو چکا ہے نہیں سنتا لیکن ایک مردہ جس کے حواس معطل ہو چکے ہیں، سانس کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے، کروٹ بدلنے کا اختیار چھین لیا گیا ہے، نظامِ ہضم جواب دے چکا ہے، کیسے سن سکتا ہے؟

یہی نہیں بلکہ قرآن مجید نے دونوں حالتیں بیان کر کے یہ مسئلہ بھی واضح کر دیا ہے کہ سویا ہوا اور مرا ہوا انسان دنیا میں ہونے والے واقعات وحوادث اور تبدیلیوں سے لاعلم رہتا ہے۔ سونے والوں کی حالت سورۃ الکہف میں اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کر کے واضح کی۔ جب یہ نوجوان تین سو نو برس بعد بیدار ہوئے تو انھیں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کتنی مدت گزر چکی ہے۔ وہ یہی سمجھتے رہے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہم سوئے

رہے۔ [الکھف ۱۸: ۱۹]

مرنے والے کا واقعہ سورۃ بقرہ میں بیان کیا اس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے سو سال موت سے ہمکنار رکھا۔ زندہ کرنے کے بعد دریافت کیا تو اس نے بھی یہی کہا کہ ایک دن یا دن کا بعض حصہ مرا رہا ہوں۔ اسے اپنے پاس موجود گدھے کی موت کا، اس کی بھوک پیاس کا علم نہیں ہو سکا۔ ثابت ہوا جیسے انسان نیند میں زندگی ہونے کے باوجود نہیں سن سکتے اسی طرح مرنے کے بعد جب زندگی چھین لی جاتی ہے نہیں سن سکتے۔

دلیل خامس:

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ [النمل ۲۷: ۸۰]

دلیل سادس:

﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ [الروم ۳۰: ۵۲]

”بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ہوں۔“

دلیل سابع:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ﴾ [الفاطر ۳۵: ۲۲]

”بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔“

ان آیات پر مختلف اعتراضات و توجیہات کر کے اس کے اصل مفہوم کو تبدیل کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔

توجیہ اوّل: ان آیات میں مردے سے حقیقی مردہ نہیں بلکہ کافر مراد ہے جو اس کا مجازی معنی ہے۔

تجزیہ: اس کا جواب دو طرح کا ہے:

① ......اصول ہے کہ جب کسی لفظ کا حقیقی معنی مراد نہ لیا جا سکتا ہو اس وقت مجازی معنی لیا جاتا ہے۔ اور یہاں حقیقی معنی لیا جا سکتا ہے۔ اس کی تائید موقوف اور مرفوع ہر دو طرح کی روایات سے ہوتی ہے۔

مرفوع: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قلیب بدر میں پھینکے ہوئے کفار کو مخاطب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

”اتنا دیهم بعد ثلاث وهل يسمعون يقول الله عزوجل ﴿ انك لا تسمع الموتٰى ﴾ ۔“

”کیا آپ تین دن کے بعد انھیں مخاطب کر رہے ہیں اور کیا یہ سن رہے ہیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔“

تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔ لیکن یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ [مسند احمد، ج:۲،ص:۲۸۷......الموسوعہ الحدیثیہ والوں نے لکھا ہے اسنادہ صحیح علی شرط مسلم، ج:۲۱،ص:۴۵۲]

باقی باتوں سے ابھی بحث نہیں فقط اتنا ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضرت عمر نے نبی علیہ السلام کے سامنے یہ آیت حقیقی مردوں کے متعلق پڑھی۔ لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا اے عمر اس سے حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی معنی زندہ کفار مراد ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کر کے اس تفسیر کے حدیث تقریری ہونے پر مہر ثبت کر دی۔

موقوف: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب بات پہنچی کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قلیب بدر والوں (وہ کفار جو جنگ بدر میں قتل ہوئے اور مسلمانوں نے انھیں بدر کے کنویں میں پھینک دیا تھا) کے متعلق حدیث بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں میں جھانک کر ان سے بات کی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ اب میری باتیں سن رہے ہیں تو ام المومنین نے فرمایا:

عبداللہ کو ذھول ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جو میں انھیں کہا کرتا تھا اب انھیں اس کا علم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد سیدہ عائشہ نے حضرت عبداللہ بن عمر کے بیان کردہ الفاظ کی تردید میں یہی مذکورہ بالا آیات تلاوت فرمائیں کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، اور آپ قبروں والوں کو نہیں سنا سکتے۔

[صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، رقم:۳۹۷۹، ۳۹۸۱]

قلیب بدر والوں نے سنا تھا کہ نہیں یہ بحث الگ ہے۔ بات یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات میں وہ کفار مراد نہیں لیے جو حق بات نہیں سنتے بلکہ حقیقی مردے مراد لیے ہیں۔

ثانیاً: اور اگر مجازی معنی لے لیں پھر بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان دونوں آیتوں سے مردوں کی عدم سماعت پر استدلال کرنا کوئی بعید نہیں۔ اس لیے کہ لوگوں میں یہ بات معروف تھی کہ مردے حقیقت میں نہیں سنتے۔ اس لیے ان کے ساتھ زندہ کفار کو تشبیہ دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن کے ساتھ کفار کو تشبیہ دی گئی ہے ان کے اندر عدم سماع کی قوت بدرجہ اولیٰ پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ زید شیر کی طرح بہادر ہے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ شیر بھی بہادر ہے بلکہ شیر کے اندر زید سے زیادہ شجاعت پائی جاتی ہے۔

اسی طرح ان دونوں آیتوں کے اندر اگرچہ گفتگو کفار کے بارے میں ہے اور انھیں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے سنتے ہیں بلکہ عربی زبان سے واقف ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ اس تشبیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کے اندر نہ سننے کا مادہ کفار سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مردے سنتے نہیں ہیں۔ [مسئلہ سماع موتی ص:۳۲، تالیف علامہ نعمان، مکتبہ سلفیہ لاہور]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

" وما انت بمسمع من فی القبور فتمثیل لحال الكفرة بحال الموتى ولا نزاع في ان الموتى لا يسمع ـ" [شرح عقائد، ج:۲، ص:۲۲۱، بحواله قبر پرستی اور سماع موتی از محمد قاسم خواجه، ص:٦٤، ط: گوجراں والا]

''تو قبروں والوں کو نہیں سنا سکتا اس میں کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کہ مردے نہیں سنتے۔''

توجیہ ثانی: ان آیات میں ''اسماع'' سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں۔ یعنی مردے سنتے تو ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سنا نہیں سکتے۔

پروفیسر حافظ نصر اللہ خان کی رحلت

پروفیسر حافظ ثناء اللہ خان خطیب مسجد ربانی اہل حدیث پونچھ روڈ لاہور، کے برادر اصغر پروفیسر حافظ نصر اللہ خان (سابق استاذ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور)، ۵ جون ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک بوقت بعد فجر بعارضہ قلب وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ......

مرحوم گزشتہ برس اسلامیہ کالج سے ریٹائرڈ ہوئے تھے۔ طبعاً سادہ مزاج، خوش اخلاق، ملن سار شخصیت تھے۔ انھوں نے پسماندگان میں بیوہ، بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ ان کی نماز جنازہ بعد نماز جمعہ پروفیسر حافظ ثناء اللہ خان نے اسلامیہ پارک لاہور میں پڑھائی۔ بعد ازاں ان کی میت سرہالی کلاں ضلع قصور لے جائی گئی۔ وہاں دوسری مرتبہ نماز جنازہ پڑھائی گئی اور علماء کی کثیر تعداد نے جنازے میں شرکت فرمائی۔

دعا ہے اللہ کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

[محمد سلیم چنیوٹی]

اوّل: اگر اس توجیہ کو تسلیم کر لیا جائے تو بریلوی طائفہ کا نظریہ مختار کل کہ آنحضرت ﷺ ہر چیز پر بااختیار ہیں ختم ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ اس مفہوم سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام مردوں کو سنانے کی قدرت نہیں رکھتے۔

ثانی: علامہ تفتازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" اذا انتفى الاسماع الذى هو الاصل فالسماع الذى هو الفرع انتفى بالطريق الاولى ۔ " [شرح عقائد، ج:۲، ص:۱۲۳]

''جب سنانے کی نفی ہوگئی جو کہ اصل ہے تو سننا جو کہ فرع ہے اس کی تو بالاولیٰ نفی ہوگئی۔''

ثالث: ان آیات میں جہاں مردوں کو سنانے کی نفی ہے وہاں ساتھ ہی بہروں کو بھی سنانے کی نفی ہے۔ جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہوں۔ اگر مذکورہ توجیہ تسلیم کر لی جائے تو لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بہروں کو سنا تو نہیں سکتے لیکن وہ سن لیتے ہیں۔ کیا کوئی یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے؟

رابع: یہ مفہوم کہ یہاں سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں۔ رسول اکرم صحابہ اور تابعین سے ثابت نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی عربی مقولہ اور شعر وغیرہ دلالت کرتا ہے۔ یہ محض منہ کی بات ہے۔

خامسا: سننے کی نفی دو سبب سے ہوتی ہے۔ ایک سنانے والے میں نقص اور عیب ہو جس کی وجہ سے وہ سنا نہیں سکتا۔ دوسرا جسے سنانا ہے اس میں کوئی ایسی خامی اور کمزوری ہو جس کی وجہ سے وہ سن نہ سکے۔

مذکورہ آیات میں پہلا سبب تو ممکن نہیں کیوں کہ آنحضرت ﷺ کی ذمہ داری ہی سنانا اور تبلیغ کرنا تھا۔ اس سنانے میں کمی کوتاہی تو ہو نہیں سکتی لامحالہ دوسرا سبب ماننا پڑے گا کہ حقیقی مردوں میں سننے کی خامی اصالۃً اور حقیقی ہے اور مجازی مردے یعنی کفار میں دلوں اور کانوں پر بوجہ مہر کے کمی و نقص ہے۔ [جاری ہے]

❀❀............❀............❀❀

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

① ...... آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے
② ...... اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے
③ ...... فل صفحہ نیوز 1400 روپے
④ ...... نصف صفحہ نیوز 750 روپے
⑤ ...... چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے
⑥ ...... عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

❀ ...... "الاعتصام" میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ ❀ ...... اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہمراہ ارسال کریں۔
❀ ...... مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ) 20 فی صد خصوصی رعایت۔ ❀ ...... "الاعتصام" سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام ۳۱ شیش محل روڈ، لاہور، فون: 042-37354406

ضرورتِ رشتہ

① ...... خود مختار بیوی بچوں والا، صاحب روزگار کو عقد ثانی کے لیے دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ صرف اہل حدیث مسلک سے وابستہ گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

② ...... لڑکا عمر ۱۹ سال، تعلیم ایف۔ اے، کے لیے دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ اہل حدیث شریف گھرانے سے لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ

محمد اخلاق (گلشن راوی لاہور)

0321-9413353

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہم اعلان

دس کتابیں مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے مندرجہ ذیل دس کتابیں مفت تقسیم کی جارہی ہیں!

① ......مسئلہ طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں! ② ......گانا، بجانا، سننا اور قوالی اسلام کی نظر میں! ③ ......توبہ، معنی، حقیقت، فضیلت اور شرائط! ④ ...... پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز! ⑤ ......احکام ومسائل رمضان المبارک......! ⑥ ......اہمیت ومسائل زکوٰۃ......! ⑦ ......فضیلت اسلام! ⑧ ......مہر نبوت! ⑨ ......میں اہل حدیث کیوں ہوا؟ ⑩ ......حرز اعظم!

خواہش مند حضرات مبلغ 40 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں!

اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مبنی جدید الگ الگ رنگوں میں سات اشتہارات کا مکمل سیٹ بھی مفت زیر تقسیم ہے۔ ملک بھر کی تمام مساجد کے منتظمین حضرات صرف پندرہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں اور اپنے اپنے زیر انتظام مساجد میں فریم کروا کر آویزاں کریں۔ مسائل حقہ کی ترویج واشاعت کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

نوٹ: فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنا ضروری ہے۔ لٹریچر کی تقسیم پندرہ شعبان تک جاری رہے گی۔ ان شاءاللہ

محمد یٰسین راہی، مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور۔ پنجاب (پاکستان)
فون: 0333-8556474 / 0604-567118

اہم اعلان

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی میں داخلہ کے خواہش مند طلبا کو مطلع کیا جاتا ہے کہ یونی ورسٹی میں Fall 2009 کے داخلے شروع ہو چکے ہیں۔ داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 15 جولائی 2009 ہے۔ اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن نے ہمیشہ کی طرح امسال بھی تین روزہ فری تیاری کیمپ کا اہتمام کیا ہے، جو کہ 28,27,26 جولائی 2009 کو جامع مسجد عمر فاروق اہل حدیث (سبزی وفروٹ منڈی، پیرودھائی موڑ، نزد میٹرو شاپنگ سنٹر، سیکٹر 11/4-1 اسلام آباد) میں منعقد ہوگا۔ مزید معلومات کے لیے درج ذیل نمبروں پر رابطہ کریں۔

1۔ تحسین سرور بٹ 0321-7139026
2۔ حافظ خلیل الرحمٰن 0301-7104306
3۔ قاری سعید الرحمٰن 0300-4796239
4۔ حافظ محمد عاصم 0313-6599500
5۔ قاسم حفیظ 0321-7264194
6۔ عبدالوحید فاروقی 0333-8271084

وفیات پر اظہار تعزیت

گزشتہ دنوں جماعت اہل حدیث کے کئی احباب، علمائے کرام حضرات اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان بزرگوں کے نام درج ذیل ہیں:

⊙ ......مولانا پروفیسر نصر اللہ خان (لاہور) ⊙ ......مولانا رئیس احمد ندوی ⊙ ......مولانا محمد شریف الہ آبادی ⊙ ...... حاجی محمد رمضان برادر مولانا عبدالستار حامد ⊙ ......مولانا عبدالرشید حنیف جھنگوی

ان بزرگوں کی وفیات پر درج ذیل احباب نے تعزیت کا اظہار کیا ہے۔

① ......مولانا محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی ② ......مولانا محمد ابراہیم خلیل منصور پوری ③ ......مولانا محمد ابراہیم خادم قصوری ④ ......میاں محمد یوسف آپٹیکل (قصور) ⑤ ......ابوحمزہ حماد طور (گوجراں والا) ⑥ ......حافظ اسلم شاہدروی

[محمد سلیم چنیوٹی]

❀❀............❀............❀❀

یادِ رفتگاں

ہر دل عزیز خطیب مولانا محمد شریف الٰہ آبادی کا انتقال پر ملال

محمد سلیم چنیوٹی

جماعت اہل حدیث کے معروف واعظ وخطیب، مقرر شیریں بیاں مولانا محمد شریف الٰہ آبادی بعارضہ شوگر طویل علالت کے بعد ۱۰ جون ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز فجر انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا موصوف جماعت اہل حدیث کے اُن خطبائے کرام میں شمار ہوتے تھے۔ جن کی خطابت کا سکہ عوامِ اہل حدیث کے دلوں پر چلتا تھا۔ آپ ایک شیریں زباں اور بہترین واعظ خوش الحان تھے۔ ضلع قصور کے علاقے الٰہ آباد میں انھوں نے ایک بڑی مسجد بنوائی اور یہاں خطابت کے فرائض ایک عرصے تک سے انجام دیتے رہے۔ نماز جمعۃ المبارک تک مسجد سے باہر بھی لوگوں کی صفیں ہوتی تھیں۔ خطبہ جمعہ شروع ہونے سے قبل مسجد کا اندرونی حصہ عموماً بھر جایا کرتا تھا۔ پھر اس مسجد سے تبادلہ کے سلسلے میں آپ چلے گئے اور ایک دوسری مسجد اہل حدیث تعمیر ہوئی۔ اس میں آپ ابھی چند ماہ ہی خطابت کے جوہر دکھا سکے تھے کہ وقت موعود آ گیا۔

اللہ کریم نے انھیں خطابت کے جوہر سے ایسے نوازا تھا کہ آپ کے خطاب سن کر بیشتر بدعقیدہ لوگوں کے عقائد صحیح ہو گئے۔ کئی بے نماز حضرات نمازی بن گئے۔ کئی بغیر داڑھی والے باریش ہو گئے۔ الغرض وہ زبان وبیان اور اخلاق کے لحاظ سے ہر طرح اچھے فرد تھے۔ ہمارے دوست جناب ابوالاحتشام امیر حمزہ اور جناب محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی صاحبان نے فون پر مطلع کیا مگر ۱۰ جون کا الاعتصام پریس میں جا چکا تھا۔ اس لیے یہ اطلاع قارئین تک ایک ہفتہ دیر سے پہنچ رہی ہے۔

بہرحال مرحوم مسلک اہل حدیث کے ایک عظیم داعی، ہر دل عزیز مبلغ اور خطیب تھے۔ ان کی نماز جنازہ میں اہل علاقہ کے علاوہ فیصل آباد، گوجراں والا، لاہور، سرگودھا، جھنگ، قصور ودیگر کئی علاقوں کے احباب، علماء، خطباء، طلباء اور عوام الناس شریک تھے۔ جون کی چلچلاتی دھوپ اور شدید گرمی میں یہ ایک مثالی جنازہ تھا۔

ہزاروں کی تعداد میں عوام کا ایک جم غفیر ان کے جنازے میں شرکت کی غرض سے ایک تسلسل کے ساتھ چلا ہی آ رہا تھا۔ جنازے کی امامت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب نے فرمائی۔ پھر دوسری مرتبہ جنازہ ہوا تو مولانا الٰہ آبادی کے استاذ گرامی حضرت مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ نے نماز جنازہ ادا کروائی۔

دعا ہے اللہ کریم مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے اور جماعت اہل حدیث کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نکبیر ٹریولز اینڈ ٹورز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اھلحدیث
حج و عمرہ گروپ

مولانا محمد زبیر عقیل چیف ایگزیکٹو
فاضل مدینہ یونیورسٹی
0300 8450426
0333 4484837

سردار محمد نواز ڈوگر
ڈائریکٹر
0300 4699430
0321 7555512

لائسنس نمبر3359
حج انرولمنٹ نمبر 3246
سعودیہ وزارت حج رجسٹریشن نمبر 4139

- فاضلین مدینہ یونیورسٹی علماء کرام کی خدمات اور سرپرستی کا مضبوط نیٹ ورک۔
- حج 2009ء کی درخواست کیلئے انٹرنیشنل پاسپورٹ بنوانا ضروری ہے
مزید رھنمائی کیلئے ھم خدمت کیلئے حاضر ہیں۔
- عمرہ کے سستے پیکجز۔ نزدیک ترین رہائش
- ائرکنڈیشنڈ ٹرانسپورٹ۔ شاندار خدمات
- موسم گرم کی تعطیلات اور رمضان المبارک میں عمرہ کے گروپوں کی تشکیل جاری ہے۔
آپ بھی ان خوش نصیب قافلوں میں شریک ہوجائیں۔

اہلحدیث بھائیوں کا
قدیمی اور بااعتماد ادارہ

بمقام شاور سنٹر موڑ سمن آباد ملتان روڈ لاہور
فون:۔ 042 7585001
فیکس:۔ 042-7537604

رشتہ آرائیں فیملی

ایک اہل حدیث فیملی کی کنواری خوب صورت، خوب سیرت، باپردہ اور سلیقہ شعار، ایم۔اے اسلامیات، عمر ۳۰ سال، میٹرک کے علاوہ ساری تعلیم کالج، یونی ورسٹی میں داخلہ لیے بغیر حاصل کی۔ سرکاری اور غیر سرکاری ادارہ میں نہ ہی نوکری کی۔ آرائیں اعلیٰ تعلیم یافتہ اہل حدیث کا رشتہ مطلوب ہے۔

محمد سلمان نور

پتا:142/C رحمان پورہ لاہور

☆--------------------------------☆

ضرورت خطیب وامام مسجد

اگر کسی مسجد میں امام وخطیب کی ضرورت ہوتو اس نمبر پر رابطہ کریں۔ اچھی آواز اور اچھا انداز ......

رابطہ: قاری خلیل الرحمٰن 0301-4698564

ارزاں بشر کا خوں، گراں ہے اناج آج

پہلو میں درد ، قلب میں اختلاج آج
کرنا ہے اے نگاہِ کرم کر علاج آج

فصل خزاں میں جس غمِ دل سے بہار تھی
باقی نہیں ہے اس غمِ دل کا رواج آج

بازارِ زندگی کے روابط بدل گئے
ازاں بشر کا خوں ہے، گراں ہے اناج آج

اغوا وقتل و سود و زنا اور شراب و رقص
زوروں پہ یہ چل رہا ہے یہی کام کاج آج

دنیا میں آج غیرتِ مسلم کو کیا ہوا
من مانی کر رہا ہے یہاں سامراج آج

[مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلویؒ]